قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

منگل 27 ستمبر 2022ء | 30 صفر 1444 ہجری قمری | 27 تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:207

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنۡسٰہُمۡ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۲۰﴾

(الحشر: 19- 20)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں خود اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ یہی بدکردار لوگ ہیں۔

فرمان خلیفۂ وقت

شیطان کے حملے مختلف طریقوں سے ہوتے ہیں۔ اس زمانے کی ایجادات میں بھی بہت سی ایسی ہیں جو خود انسان کو نقصان پہنچا رہی ہوتی ہیں۔ اُن کے اچھے مقاصد کی بجائے وہ ایسے کاموں کے لئے استعمال ہو رہی ہوتی ہیں جہاں شیطان کے حملے کا خطرہ ہے یا شیطان کا حملہ ہو رہا ہوتا ہے۔ عبادتوں سے دور لے جا رہی ہوتی ہیں۔ اخلاق پر برا اثر ڈال رہی ہوتی ہیں۔ بظاہر انسان سمجھتا ہے کہ یہ میرے ذاتی معاملات ہیں اور کسی کو کیا کہ میں جؤا کھیلتا ہوں۔ یا رات گئے تک انٹرنیٹ پر فلمیں دیکھتا ہوں اور ٹی وی دیکھتا ہوں یا اِس قسم کے اور کام کرتا ہوں۔ بہت سارے ایسے غلط کام انسان کرتا ہے اور اُس کے خیال میں کسی کو اُن سے غرض نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہ کسی کو براہ راست نقصان نہیں پہنچا رہے۔ لیکن جو غلط کام ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق نہیں ہے، اُس کی مرضی کے خلاف ہے، وہ اسے پھر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بھی دُور لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے سے بھی دُور لے جاتا ہے اور بندوں کے حق ادا کرنے سے بھی دُور لے جاتا ہے۔ ان ملکوں میں شرابیں، جوا، انٹرنیٹ، گندی اور لغو فلمیں ہیں، غلط دوستیاں ہیں۔ یہ جہاں گھروں کو اُجاڑ رہی ہوتی ہیں وہاں نوجوانوں کو غلط راستے پر ڈال کر خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان سے بھی ہٹا کر معاشرے کا ناسور بنا رہی ہوتی ہیں۔ وہ لوگ ایک مستقل بیماری بن رہے ہوتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے ہر عضو کا اور ہر سوچ کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اور برمحل استعمال تمہیں تقویٰ میں بڑھائے گا اور اس کے خلاف عمل تمہیں شیطان کی گود میں پھینک دے گا اور جو شیطان کی گود میں گرتا ہے وہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 3 مئی 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- پڑھ لیا قرآن عبدالحیٔ نے (منظوم)
- جامع المناھج والاسالیب
- قرآنی انبیاء
- حیاتِ نورالدینؓ
- جماعت احمدیہ زیورخ کی تبلیغی سرگرمیاں
- تربیتی کلاس لجنہ و ناصرات 2022ء، آئیوری کوسٹ

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا کُنۡ فِی الدُّنۡیَا کَاَنَّکَ غَرِیۡبٌ اَوۡ عَابِرُ سَبِیۡلٍ کہ تو دنیا میں ایسا بن گویا تو پردیسی اور اجنبی یا راہ گزر مسافر ہے۔

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 752)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

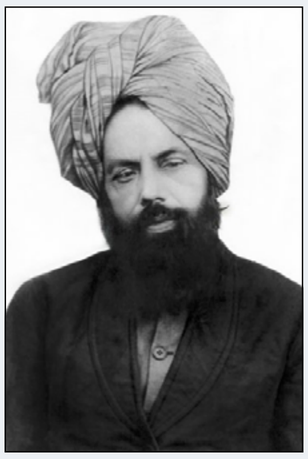

خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے

’’اسلام میں حقیقی زندگی ایک موت چاہتی ہے جو تلخ ہے۔ لیکن جو اُس کو قبول کرتا ہے آخر وہی زندہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ انسان دنیا کی خواہشوں اور لذّتوں کو ہی جنّت سمجھتا ہے حالانکہ وہ دوزخ ہے اور سعید آدمی خدا کی راہ میں تکالیف کو قبول کرتا ہے اور وہی جنّت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے اور سب مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ آخر ایک وقت آجاتا ہے کہ سب دوست، آشنا، عزیز و اقارب جدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جس قدر ناجائز خوشیوں اور لذّتوں کو راحت سمجھتا ہے وہ تلخیوں کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ سچّی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے۔ متقی کے لیے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ﴿۳﴾ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق 3-4) پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے۔ لیکن حصولِ تقوی کیلئے نہیں چاہئے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے ملے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ تقویٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دے گا۔‘‘

(ملفوظات جلدسوم صفحہ 90 ایڈیشن 1988ء)

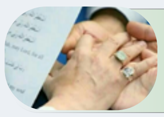

دربارِ خلافت

اگر اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں تو عاجزی شرط ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں تو عاجزی شرط ہے۔تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔عہدیدار بھی اپنے دائرے میں عاجزی اختیار کریں اور افرادِ جماعت بھی عاجزی اختیار کریں۔غصہ کو دبانے والے ہوں۔ یہ ایک مومن کی نشانی ہے۔ اپنے عَہدوں کو پورا کریں جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکاہوں کہ اللہ تعالیٰ عہدوں کے بارے میں پوچھے گا۔ اور ہم نے اس زمانے میں جو عہدِ بیعت کیا ہے اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے اور اسے پورا کرنے اور نبھانے کی ضرورت ہے اور یہ اس صورت میں ہو گا جب ہم ہر نیک عمل بجالانے والے ہوں گے۔ اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھالنے والے ہوں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جماعت کا مقصد بیان فرمایا ہے اُس کے مطابق چلنے والے ہوں گے۔

پس میں اس وقت زیادہ تفصیل میں تو یہ احکامات بیان نہیں کرسکتا، بے شمار احکامات ہیں۔ ہر ایک اپنے جائزے لے کہ کیاوہ قرآنی احکامات کے مطابق زندگی گزارنے والا ہے؟ کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آپ کی خواہش کو پورا کرنے والا ہے؟ کیا اس کا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو شعر میں نے پڑھا ہے کہ ’’بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں‘‘ یہ حالت اگر ہم میں سے ہر ایک پر طاری ہو گی تو تبھی ہم دوسروں کو معاف کرنا بھی سیکھیں گے، بدظنیاں کرنے سے بھی بچیں گے اور جماعت کی ترقی کے لئے مفید وجود بنیں گے۔

پس ہر ایک کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد اور فکر کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہی باتیں ہیں جو تزکیہ نفس کا باعث بنتی ہیں۔ آپس میں محبت، پیار اور بھائی چارے پیدا کریں۔ ایک دوسرے کے نقص اور خامیاں تلاش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی خوبیاں تلاش کریں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔‘‘

(ملفوظات جلد1 صفحہ175 ایڈیشن 2003ء)

فرمایا: ’’تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام روکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 175 ایڈیشن 2003ء)

اعلیٰ کام جس کی طرف توجہ دلائی، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لئے سعی کرو، کوشش کرو۔ اس وقت جس کامیابی کے حصول کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے وہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنا اور آپ کی بعثت کا مقصد بندے کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا اور اس سے زندہ تعلق پیدا کروانا ہے۔ اسی طرح مخلوق کے جو ایک جو دوسرے پر حق ہیں اُن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا اور اُن کی ادائیگی کرنا ہے۔ اور یہ سب کچھ اُس وقت ہوسکتا ہے جب ہم کامل مومن بننے کی کوشش کریں تا کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہر جگہ تک پہنچا سکیں۔ پس پھر مَیں کہتاہوں کہ ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔

(خطبہ جمعہ 8/ نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پڑھ لیا قرآن عبدالحیؑ نے

(کلام حضرت مصلح موعودؓ)

پڑھ لیا قرآن عبدالحیؑ نے
خوش بہت ہیں آج سب چھوٹے بڑے

ایسی چھوٹی عمر میں ختمِ قرآں
کم نظیریں ایسی ملتی ہیں یہاں

مولوی صاحب مبارک آپ کو
اور عبدالحیؑ کے استاد کو

جس نے محنت کی شب و روز اسکے ساتھ
اور پڑھایا اس کو قرآں ہاتھوں ہاتھ

صد مبارک مہدیؑ مسعود کو
کیوں خوشی سب سے نہ بڑھ کر اس کو ہو

جس کی سچائی کا ہے یہ اک نشاں
جانتا ہے بات یہ سارا جہاں

اے خدا ! تُو نے جو یہ لڑکا دیا
کر اسے سب خوبیاں بھی اب عطا

یا الٰہی! عمر طبعی اس کو دے
رکھ اسے محفوظ رنج و درد سے

ہو یہ سرشار الفتِ دیں میں مدام
رکھ اسے کونین میں تو شاد کام

خوف سے تیرے رہے دل پُرخطر
پہنچے اس کو اہل دنیا سے نہ شر

(کلام محمود)

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناهج والاساليب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط 3

کلامی منہج / متکلمانہ رجحان

بعض مفسرین اسماء و صفات باری تعالیٰ، ملائکۃ اللہ، اسلامی عقائد و نظریات پر بحث کرتے ہیں اور قرآن کریم کی نصوص سے اپنے دلائل تیار کرتے ہیں اور ان کا اثبات کرتے ہیں۔ مخالف اسلام قوتوں کو ان دلائل سے جواب دیتے ہیں۔ اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر کلامی تفاسیر کہلاتی ہیں۔ ان میں سے معروف تفاسیر کو مثال کے طور پر پیش کیا جائیگا۔

کلامی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

- مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) لفخرالدین الرازی (المتوفیٰ:606ھ)
- انوار التنزیل و اسرار التاویل عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی (المتوفیٰ: 685ھ)
- غرائب القرآن و رغائب الفرقان لنظام الدین بن الحسن بن محمد الخراسانی النیسابوری (المتوفیٰ:850ھ)

برصغیر پاک و ہند میں کلامی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں مندرجہ ذیل مشہور ہیں۔

- تفسیر القرآن از سرسید احمد خان (1817ء تا 1898ء)
- تنقیح البیان از محمد ناصر الدین دہلوی (1822ء تا 1902ء)

تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں کلامی منہج کی چند مثالیں

ہستی و صفات باری تعالیٰ متکلمین اسلام کا ایک خاص موضوع ہے۔ اسی طرح جو متکلمانہ سوچ رکھنے والے مفسرین تھے ان کی تفاسیر میں بھی ہمیں یہی رنگ ملتا ہے۔

آپ لفظ ''اللہ'' کے بارہ میں کچھ ایسے رقمطراز ہوئے۔

''اللہ اس ذات پاک کا نام ہے جو ازلی ابدی اور الحی القیوم ہے اور مالک وخالق اور رب سب مخلوق کا ہے۔ اور اسم ذاتی ہے نہ کہ اسم صفاتی۔عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں اس خالق و مالک کل کا کوئی ذاتی نام نہیں پایا جاتا۔صرف عربی میں اللہ ایک ذاتی نام ہے جو صرف ایک ہی ہستی کے لئے بولا جاتا ہے اور بطور نام کے بولا جاتا ہے۔ اللہ کا لفظ اسم جامد ہے مشتق نہیں ہے۔یعنی نہ یہ اور کسی لفظ سے بنا ہے اور نہ اس سے کوئی اور لفظ بنا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 524 پرنٹ ویل امرتسر 2010)

ہستی و صفات باری تعالیٰ کے موضوع پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ المصلح الموعود نے اپنی تفسیر میں خوب معارف کھولے۔مثلاً قرآن کریم کی صفات الٰہیہ اور ان کے ساتھ انسانی اشتراک کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''پس گو نام کے لحاظ سے صفات الٰہیہ میں دوسروں کو بھی ناقص طور پر اشتراک حاصل ہے مگر حقیقتاً صفات الٰہیہ دوسروں کی صفات سے بالکل مغائر ہے۔ جیسے رب ہونے کے لحاظ سے لوگوں کو ایک قسم کا اشتراک حاصل ہے یا رحیم ہونے یا عالم ہونے یا مالک ہونے میں بھی وہ اِن ناموں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اشتراک صرف ظاہر میں ہو گا۔حقیت دونوں کی جداگانہ ہو گی۔ ناموں میں اشتراک محض اس لئے ہے کہ اس کے بغیر انسان خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھ نہیں سکتا تھا اِسی لئے خدا تعالیٰ کی صفت سے مِلتا جُلتا نام اُس کا رکھ دیا ورنہ انسان کی صفت بالکل اور رنگ کی ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت اور رنگ کی۔ یہ طریق صرف تقریب تفہیم کے لئے اختیار کیا گیا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور قسم کی اور بندے کی ربوبیّت اور قسم کی۔ خدا کی رحمیّت اور قسم کی اور بندے کی رحیمیّت اور قسم کی۔ خدا کی مالکیّت اور قسم کی ہے اور بندے کی مالکیّت اور قسم کی۔ خدا اور بندے کا اگر بعض صفات کے لحاظ سے ایک قسم کا نام رکھا جاتا ہے تو اس لئے کہ بندہ خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھ سکے۔ اگر ہم انسان کو بھی مالک کہتے ہیں اور خدا کو بھی مالک کہتے ہیں تو اس کا مفہوم صرف اس قدر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں جو مالکیّت کی صفت پائی جاتی ہے اس سے ایک ناقص تشابہ انسان کو بھی حاصل ہے نہ کہ ویسی ہی صفت انسان کو حاصل ہے۔ کیونکہ بندے کی صفت ناقص ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی صفت کامل ہوتی ہے۔ پس فرمایا سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی تیرا رب جو اعلیٰ ہے یعنی اُس کی ربوبیّت سب دوسروں سے بلند اور ارفع ہے اُس کی تسبیح کر یعنی خدا تعالیٰ کے صفاتی اسماء میں شریک ہونے کی وجہ سے لوگوں کے بعض ناقص افعال کی بناء پر لوگ خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق بھی کئی قسم کے شبہات میں مُبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ بندے اور خدا کے کام ایک جیسے ہیں۔ تُو اِن شبہات کا ازالہ کر اور خدا تعالیٰ کی ربوبیّت پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں اُن کو دُور کر۔ یہ ایک لطیف اور وسیع مضمون ہے کہ صفات الٰہیہ کے ظاہری اشتراک سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔''

(تفسیر کبیر جلدہشتم صفحہ 393۔ 394 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

قیام امن کے حوالہ سے صفات الٰہیہ کے عظیم الشان نظام کے حوالہ سے سورت الشعراء کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خالی امن کی خواہش امن پیدا نہیں کر دیا کرتی۔ کیونکہ بالعموم امن کی خواہش اپنے لئے ہوتی ہے دوسروں کے لئے نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب لوگ کہتے ہیں۔ دولت بڑی اچھی چیز ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ دشمن کی دولت بھی اچھی چیز ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے لئے اور میرے دوستوں کے لئے دولت بڑی اچھی چیز ہے اور جب وہ کہتے ہیں صحت بڑی اچھی چیز ہے تو اس کے معنے بھی یہ نہیں ہوتے کہ میرے دشمن کی صحت اچھی چیز ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے لئے صحت بڑی اچھی چیز ہے ورنہ دشمن کے متعلق تو انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ نادار اور کمزور ہو۔ اسی طرح جب لوگ عزت و رتبہ کے متمنی ہوتے ہیں تو ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ محض اپنے لئے۔ پس جب دنیا کا یہ حال ہے تو خالی امن کی خواہش بھی فساد کا موجب ہوسکتی ہے کیونکہ جو لوگ بھی امن کے متمنی ہیں وہ اس رنگ میں امن کے متمنی ہیں کہ صرف انہیں اور ان کی قوم کو امن حاصل رہے۔ ورنہ دشمن کے لئے وہ یہی چاہتے ہیں کہ اس کے امن کو مٹادیں۔ اب اگر اسی اصل کو رائج کر دیا جائے تو دنیا میں جو بھی امن

قائم ہو گا وہ چند لوگوں کا امن ہو گا۔ساری دنیا کا نہیں ہو گا۔اور جو ساری دنیا کا امن نہ ہو وہ حقیقی امن نہیں کہلا سکتا۔حقیقی امن تبھی پیدا ہوسکتا ہے جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے جو میرے لئے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ سارے ملکوں کے لئے امن چاہتی ہے اور اگر میں صرف اپنے لئے یا صرف اپنی قوم کے لئے یا صرف اپنے ملک کے لئے امن کا متمنی ہوں تو اس صورت میں مجھے اس کی مدد اس کی نصرت اور اس کی خوشنودی کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب یہ عقیدہ دنیا میں رائج ہو جائے تبھی امن قائم ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ پس اَلۡمَلِکُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ کہہ کر قرآن کریم نے انسانی ارادوں کو پاک و صاف کر دیا۔ اور یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک کام بھی درست نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں اس وقت جتنے فساد اور لڑائیاں ہیں سب اسی وجہ سے ہیں کہ انسانوں کے ارادے صاف نہیں۔ وہ منہ سے جو باتیں کرتے ہیں ان کے مطابق ان کی خواہش نہیں اور ان کی خواہشات کے مطابق ان کے اقوال اور افعال نہیں۔ آج سب دنیا کہتی ہے کہ لڑائی بُری چیز ہے لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی لڑے تو یہ بُری بات ہے لیکن اگر ان کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہو تو یہ کوئی بری بات نہیں سمجھی جاتی۔ اور یہ نقص اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں کی نظر ایک ایسی ہستی پر نہیں جو سلام ہے۔ وہ سمجھتے ہیں جہاں تک ہمارا فائدہ ہے ہم ان باتوں پر عمل کریں گے مگر جب ہمارے مفاد کے خلاف کوئی بات آئے گی تو اسے رد کر دیں گے۔ مگر قرآن کریم میں جو خدا تعالیٰ کے نام بتائے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کا خدا ہے کسی ایک کا نہیں۔ اور یہی عقیدہ حقیقی امن کی طرف دنیا کو لا سکتا ہے کہ دنیا کا ایک خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ امن سے رہیں۔ جب ہمارا یہ عقیدہ ہو گا تو اس وقت ہماری خواہشات خود غرضی پر مبنی نہیں ہوں گی۔ بلکہ دنیا کو عام فائدہ پہنچانے والی ہوں گی اس وقت ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ فلاں بات کا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان بلکہ ہم یہ دیکھیں گے کہ ساری دنیا پر اس کا کیا اثر ہے۔ یوں تو دنیا ہمیشہ اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کے امن کو برباد کرتی رہتی ہے۔ لیکن اس عقیدہ کے ماتحت ایسا کرنے کی جرأت اس میں نہیں ہو گی کیونکہ وہ سمجھے گی کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ایک بالا ہستی مجھے کچل کر رکھ دے گی۔ جیسے ایک بچہ دوسرے کا کھلونا چھین لیتا ہے تو وہ اپنے لئے امن حاصل کر لیتا ہے

لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے کا امن چھینا جاتا ہے۔ اور ایک تو خوش ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرا رو رہا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا تم سمجھتے ہو کہ ماں باپ یا استاد اگر وہاں موجود ہوں تو وہ اس کھیل کو جاری رہنے دیں گے؟ وہ کبھی اس کو برداشت نہیں کریں گے۔ بلکہ جس بچے نے کھلونا چھینا ہوگا اس کا کھلونا واپس لے کر اس کے اصل مالک کو دے دیں گے۔ اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تب بچہ سمجھتا ہے کہ وہ امن جو دوسرے کے امن کو برباد کر کے حاصل کیا جاتا ہے وہ کبھی قائم رہنے والا نہیں ہوتا۔ حقیقی امن وہی ہوتا ہے جو ایسی صورت میں حاصل ہو جب کہ کسی کے حق کو تلف نہ کیا گیا ہو۔

غرض حقیقی امن اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ایک بالا ہستی تسلیم نہ کی جائے اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ۔

اس کے بعد وہ پیغام ہے جو اس ہستی کی طرف سے آتا ہے۔ کیونکہ جب ایک امن قائم رکھنے کی خواہشمند ہستی کا پتہ مل گیا۔ تو انسان کے دل میں یہ معلوم کرنے کی بھی خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ آیا اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان بھی کیا ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر اس نے امن قائم کرنے کا کوئی سامان نہیں کیا تو یہ لازمی بات ہے کہ اگر ہم خود امن قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ بجائے امن کے فساد پیدا کر دیں۔ پس محض امن قائم کرنے کی خواہش انسان کو صحیح راستہ پر قائم نہیں کر سکتی جب تک ایک بالا ہستی کی ایسی ہدایات بھی معلوم نہ ہوں جو امن قائم کرنے میں مد اور معاون ہوں۔ کیونکہ اگر انسان کو اپنے بالا افسر کی خواہشات کا صحیح علم نہ ہو تو انسان باوجود اس آرزو کے کہ وہ اس کے احکام کی اطاعت کرے اسے پوری طرح خوش نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر ہمیں اپنے بالا افسر کی خواہش تو معلوم ہو لیکن اس خواہش کو پورا کرنے کا طریق معلوم نہ ہو۔ تب بھی ہمارا امن قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ ممکن ہے ہم کوئی اور طریق اختیار کریں اور اس کا منشاء کوئی اور طریق اختیار کرنا ہو۔ پس ہمارے امن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بالا ہستی ہمیں کوئی ایسا ذریعہ بھی بتائے جو امن قائم کرنے والا ہو۔ سو اس غرض کے لئے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا اس نے کوئی ایسا ذریعہ بتایا ہے یا نہیں تو سورہ بقرہ میں اس کا جواب نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ:126) یعنی یہ جو آسمان پر سلام خدا کی خواہش ہے کہ دنیا میں امن قائم ہو اس کے لئے ضروری تھا کہ ہم ایک مرکز قائم کرتے جو دنیا کو امن دینے والا ہوتا۔ سو ہم نے بیت اللہ کو مدرسہ بنایا۔ یہاں چاروں طرف سے لوگ جمع ہوں گے اور امن کا سبق سیکھیں گے۔ پس ہمارے خدا نے صرف خواہش ہی نہیں کی۔ صرف یہ نہیں کہا کہ تم امن قائم کرو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ بلکہ اس دنیا میں اس نے امن کا ایک مرکز بھی قائم کر دیا اور وہ خانہ کعبہ ہے۔ فرماتا ہے۔ یہاں لوگ آئیں گے اور اس مدرسہ سے لوگ امن کا سبق سیکھیں گے۔

پھر یہ کہ اس مدرسہ کی تعلیم کیا ہوگی۔ اس کے لئے بھی رسول کریم نے خدا سے خبر پا کر اعلان فرمادیا کہ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۶﴾ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ (مائدہ:16-17) یعنی اے لوگو! تم تاریکی میں پڑے ہوئے تھے تم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ تم اپنے خدا کی مرضی کو کس طرح پورا کر سکتے ہو۔ اس لئے دنیا میں ہم نے تمہارے لئے ایک مدرسہ بنادیا ہے۔ مگر خالی مدرسہ کام نہیں دیتا جب تک کتابیں نہ ہوں۔ پس فرمایا قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ خدا کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا ہے جو محمدؐ کی ذات ہے اور اس کے ساتھ ایک کتاب مبین ہے۔ ایسی کتاب جو ہر قسم کے مسائل کو بیان کرنے والی ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اسلام کے لئے امن کا مدرسہ بھی قائم کر دیا۔ امن کا کورس بھی مقرر کر دیا اور مدرسِ امن بھی بھیج دیا۔ مدرّسِ امن محمدؐ ہیں اور امن کا کورس وہ کتاب ہے جو یَھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ کی مصداق ہے۔ جو شخص خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اس کتاب کو پڑھے اس میں جس قدر سبق ہیں وہ سُبُلَ السَّلٰمِ یعنی سلامتی کے راستے ہیں۔ اور کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں جس پر عمل کر کے انسانی امن برباد ہو سکے۔ ایک بالا ہستی کا وجود ہی ہمارے ارادوں کو درست کرتا ہے۔ مدرسہ کا قیام ہماری عملی مشکلات کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے اور محمدؐ کی ذات اس کتاب کی عملی تفسیر ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ذریعہ خدا تعالیٰ نے وہ کتاب بھیج دی ہے جس میں وہ تمام تفصیلات موجود ہیں جن سے امن حاصل ہو سکتا ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ یہ امن جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (نمل:60) یعنی اے محمدؐ! تو کہہ دے الحمد للّٰہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے دنیا میں امن قائم کر دیا اور انسان کی تڑپ اور فکر کو دور کر دیا۔ اور کہو وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی وہ بندے جو خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ہو جائیں اور اپنے آپ کو اس کی راہ میں فدا کر دیں ان کے لئے بھی امن پیدا ہو جائے گا اور وہ بھی باامن زندگی بسر کرنے لگ جائیں گے۔ یہاں محمدؐ رسول اللہ نے بتایا کہ تمام لوگ جو آپ کی اتباع کرنے والے اور آپ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے ہیں ان کے لئے کامل امن ہے اور وہ اپنی زندگی کے کسی حصہ میں بھی بدامنی نہیں دیکھ سکتے۔

پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب خدا سلام ہے تو اس کی طرف سے امن ساروں کے لئے آنا چاہئے۔ نہ کہ بعض کے لئے۔ کیونکہ اگر خالی اپنوں کے لئے امن ہو تو یہ کوئی کامل امن نہیں کہلا سکتا۔ اس کا بھی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں جواب دیتا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَقِیْلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ فَاصْفَحْ عَنْھُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (زخرف:89-90) یعنی محمدؐ رسول اللہ ایک ایسی تعلیم لے کر آئے ہیں جو ساروں کے لئے ہی امن کا موجب ہے اور ہر شخص کے لئے وہ رحمت کا خزانہ اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے۔ مگر افسوس کہ لوگ اس کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ اس تعلیم کے خلاف لڑائیاں اور فساد کرتے ہیں جو ان کے لئے نوید اور خوشخبری ہے یہاں تک کہ محمدؐ کو بھی یہ کہنا پڑا کہ خدایا میں اپنی قوم کی طرف امن کا پیغام لے کر آیا تھا مگر اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ یہ قوم جس کے لئے میں امن کا پیغام لایا تھا یہ تو مجھے بھی امن نہیں دے رہی اٰمَنَ کے معنے ایمان لانے کے بھی ہوتے ہیں اور اٰمَنَ کے معنے امن دینے کے بھی ہوتے ہیں (اقرب) قِیْلِہٖ یٰرَبِّ اِنَّ ھٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ میں اسی امر کا ذکر ہے کہ ہمارا نبی ہم سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ خدایا باوجود یکہ میں اپنی قوم کے لئے امن کا پیغام لایا تھا وہ اس کی قدر کرنے کی بجائے میری مخالفت پر کمربستہ ہوگئی ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے میرے امن کو بالکل برباد کر دیا۔ مگر فرمایا۔ فَاصْفَحْ عَنْھُمْ۔ ہم نے اپنے نبی سے یہ کہا ہے کہ ابھی ان لوگوں کو تیری تعلیم کی عظمت معلوم نہیں اس لئے وہ غصہ میں

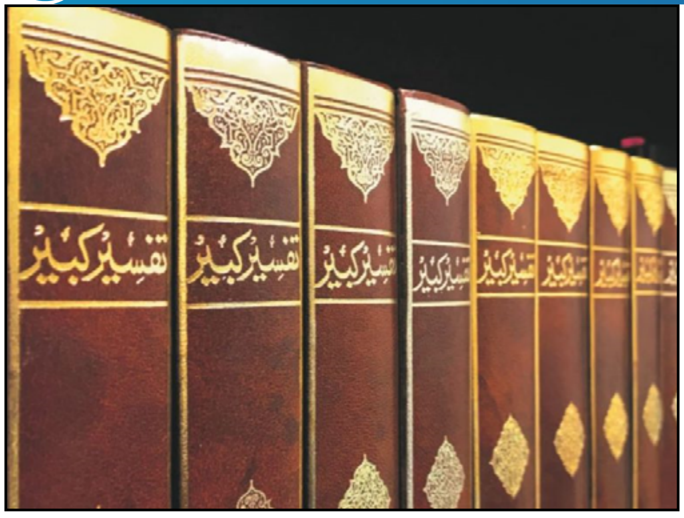

آجاتے اور تیری مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں تو ان سے درگذر کر۔ کیونکہ ہم نے تجھے امن کے قیام کے لئے ہی بھیجا ہے وَقُلْ سَلٰمٌ۔ اور جب تجھ پر یہ لوگ حملہ کریں اور تجھے ستائیں تو تو یہی کہتا رہ کہ میں تو تمہارے لئے سلامتی لایا ہوں فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ عنقریب دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ محمدؐ دنیا کے لئے امن لایا تھا۔ لڑائی نہیں لایا تھا۔ گویا وہ امن جو رسول کریمؐ لائے وہ صرف مومنوں کے لئے ہی امن نہ رہا۔ بلکہ سب کے لئے امن ہوگیا۔

پھر صرف محمدؐ کو ہی نہیں بلکہ تمام مومنوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان:64) وہ جاہل جو اسلام کی غرض و غایت کو نہیں سمجھتے جب مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو مومن کہتے ہیں کہ ہم تو تمہاری سلامتی چاہتے ہیں چاہے تم ہمارا بُرا ہی کیوں نہ چاہو۔ جب دشمن کہتا ہے کہ تم کیسے گندے عقائد دنیا میں رائج کر رہے ہو۔ تو وہ کہتے ہیں یہ گندے عقائد اور بیہودہ باتیں نہیں۔ بلکہ سلامتی کی باتیں ہیں۔ گویا رسول کریمؐ کی لائی ہوئی سلامتی صرف رسول کریمؐ کے لئے ہی نہیں بلکہ مومنوں کے لئے بھی ہے۔ اور صرف مومنوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے ہے۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سلامتی عارضی ہے یا مستقل۔ کیونکہ یہ تو ہم نے مانا کہ السّلام خدا سے امن لا کر محمدؐ رسول اللہ نے دنیا کو دیا۔ مگر بعض امن عارضی بھی ہوتے ہیں جن کے نیچے بڑی بڑی خرابیاں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسے بخار کا مریض جب ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو اسے بڑا آرام محسوس ہوتا ہے۔ مگر دو منٹ کے بعد یکدم اس کا بخار تیز ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے ’’آگ لگ گئی‘‘ پھر برف پیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ آرام آ گیا مگر یکدم اسے بے چینی شروع ہو جاتی ہے۔ پس سوال ہو سکتا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ جو امن دے رہے ہیں یہ عارضی ہے یا مستقل؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے: وَاللّٰہُ یَدْعُوْۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (یونس:26) کہ دنیا فسادوں کی طرف لے جاتی ہے مگر محمدؐ رسول اللہ کے ذریعہ جو تعلیم دی گئی ہے وہ موجودہ زمانہ ہی کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا امن ہے جو مرنے کے بعد بھی چلتا چلا جاتا ہے اور جو اس دنیا کے بعد ایک ایسے گھر میں انسان کو پناہ دیتا ہے جہاں سلامتی ہی سلامتی ہے گویا یہ زنجیر ایک مکمل زنجیر ہے۔ اس کے ماضی میں ایک سلام ہستی کھڑی ہے اس کے حال میں امن ہے کیونکہ ایک مدرسہ امن جاری ہو گیا ہے اور ایک مدرّسِ امن خدا تعالیٰ نے بھیج کر امن کا کورس بھی مقرر کر دیا۔ اور عملی طور پر ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا کی مصداق ہے۔ پس اس کے ماضی میں بھی امن ہے اور اس کے حاضر میں بھی امن ہے۔ پھر اس کے مستقبل میں بھی امن ہے۔ کیونکہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ مرنے کے بعد وہ انسان کو ایک ایسے جہان میں لے جائے گا۔ جہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ پس یہ ساری زنجیر مکمل ہوگئی اور کوئی جزو تشنۂ تکمیل نہ رہا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 51-55 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

ملائکۃ اللہ کا موضوع بھی ماہرین علم کلام و متکلمین مفسرین کے ہاں ایک

اہم موضوع ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرشتوں کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

’’فرشتے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کلام لاتے ہیں۔ دوّم وہ جو اس کلام کو یا قضاء قدر کو دنیا میں جاری کرتے ہیں۔ جو فرشتے کلام الٰہی لانے والے ہوتے ہیں ان کو روح القدس کہتے ہیں۔خصوصاً کلام لانے والے فرشتوں کا سردار جبرائیل روح القدس کہلاتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 20 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

کیا ہاروت و ماروت فرشتے تھے؟ اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔

’’جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہَارُوت و مَارُوت دو فرشتے تھے جنہوں نے بابل میں آ کر لوگوں کو سحر سکھلایا اور اُن کے ایمان کی آزمائش کی وہ قرآن کریم کے مطالب سے آگاہ نہیں۔ ورنہ جب دنیا میں فرشتے نہیں بستے تو فرشتے رسول بن کر کیوں آئیں پس یہ قطعی طور پر محال ہے کہ بجائے انسان کے فرشتے لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا کریں۔تاریخ پڑھ کر دیکھ لو ہمیشہ رَجُل ہی نبی بن کر آیا ہے۔ نہ کبھی عورت نبی بنی ہے اور نہ ہی کبھی کوئی غیر انسان نبی ہو کر آیا ہے۔

پس یا تو اس کے یہ معنے کرنے پڑیں گے کہ ہارُوت وماَرُوت دونوں ملکوتی صفات انسان تھے جیسے حضرت یوسفؑ کے متعلق آتا ہے کہ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیۡمٌ اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ اگر وہ واقعی فرشتے تھے تو وہ دو نبیوں پر اُترے تھے نہ کہ عام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے کیونکہ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت قُلۡ لَّوۡ کَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ (بنی اسرائیل:96) سے ظاہر ہے فرشتے مُطۡمَئِنِّیۡنَ کی طرف آیا کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کی طرف جو نیک اور پاک اور خدا رسیدہ ہوں۔ بدیوں سے کلی طور پر اجتناب کرنے والے ہوں۔ ہر قسم کے رزائل سے محفوظ ہوں اور الٰہی انعامات اور برکات کے مورد ہوں۔ مُطۡمَئِنِّیۡنَ کی یہ وہ تعریف ہے جو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان کی ہے یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۸﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۹﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۳۰﴾ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (فجر:28-29) پس مُطۡمَئِنِّیۡنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نفس مطمئنہ رکھنے والے ہوں۔ یہ مراد نہیں کہ اطمینان سے زمین میں کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے ہوں۔ اورلڑائیوں سے اجتناب کرتے ہوں۔ اور درحقیقت ایسے ہی لوگوں پر ملائکہ کلامِ الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کفار پر ملائکہ نازل ہوئے ہوں اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچائے گئے ہوں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 66 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

مناظراتی منہج / مناظرانہ رجحان

یہ خاص اسلوب برصغیر میں تب رائج ہوا جب انیسویں صدی کے آواخر میں ہندوستان مذاہب کا اکھاڑا بن چکا تھا۔مختلف تحریکیں جنم لے چکی تھیں، جن میں ایک طرف عیسائی زور وشور سے اپنے مذہب کا پرچار کرتے ہوئے Christ for Asia کا نعرہ بلند کر رہے تھے اور ہندو احیائیت کی تحریک آریہ سماج کے سرغنہ پنڈت سوامی دیانند سرسوتی (1827ء تا 1883ء) نے بھی اسلام پر حملوں کا ایک بازار گرم کئے رکھا تھا۔ اس وقت اسلام کے مخالف علماء کو جواب دینے اور اسلام کے پاکیزہ چہرہ پر سے یہ داغ مٹانے اور اسلام کا خوبصورت چہرہ دنیا کو دکھانے کے لئے یہ اسلوب یا رجحان علم تفسیر میں بھی در آیا۔

اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں سے معروف تفاسیر کو مثال کے طور پر پیش کیا جائیگا۔

مناظراتی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر

برصغیر میں اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

- تفسیر فتح المنّان المعروف بہ تفسیر حقانی از مولانا عبدالحق حقانی (1850ء تا 1916ء)
- تفسیر القرآن بکلام الرحمن (عربی) از مولوی ثناء اللہ امرتسری (1868ء تا 1948ء)
- تفسیر القرآن (عربی) از مولوی ثناء اللہ امرتسری (1868ء تا 1948ء)
- تفسیر ثنائی از مولوی ثناء اللہ امرتسری (1868ء تا 1948ء)

تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ میں مناظرانہ منہج کی چند مثالیں

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب نے جماعت احمدیہ کی جانب سے پیش کردہ تفاسیر کی ایک اصل یہ بھی بتائی۔

’’ہماری کتب میں یورپین لوگوں کے زہریلے اثرات کا دفاع زیادہ مدنظر ہوتا ہے اور وہ ایسی لغات پر کم یقین رکھتے ہیں جو تفسیری رنگ رکھتی ہیں۔اس لئے ان کے خیال سے میں زیادہ تر ایسی لغات کا حوالہ دیتا ہوں جو خالصاً ادبی ہوں اور خصوصاً جن کے مصنف مسیحی ہوں یا یوروپین لوگوں یا مغرب زدہ لوگوں کے لئے محل انکار باقی نہ رہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 352 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

درود شریف کی دعا کی برکات کو کھولتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

’’آجکل اسلام کے خلاف سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا ہے۔ اور عیسائیت اس بات کی مدعی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے پس درود میں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ سے خدا یہ جتنی ترقیاں عیسائیت کو مل رہی ہیں یہ حضرت ابراہیمؑ کے ان وعدوں کی وجہ سے ہیں جو تو نے ان سے کیے تھے۔ ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ ابراہیمی وعدوں کی وجہ سے اس کی ایک شاخ جو اسحاقؑ سے تعلق رکھتی تھی اس پر جو تو نے فضل نازل کئے ہیں اس سے بڑھ کر اسماعیلؑ کی نسل یعنی محمدؐ اور آپ سے تعلق رکھنے والوں پر فضل نازل فرما۔ اگر اللہ تعالیٰ ادھر سے اپنی برکتیں ہٹالے اور ان کا رخ اسماعیلؑ کی نسل کی طرف پھر دے تو عیسایت ایک دن میں ختم ہوجاتی ہے پس یہ ایک عظیم الشان دعا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لئے سکھائی گئی ہے اور پھر یہ ایک ایسی دعا ہے جس میں دنیا کے ہر ملک اور ہر علاقے کا مسلمان شامل ہے گویا یہ ایسی کامل دعا ہے کہ نہ آقا اس سے باہر رہتا ہے۔ اور نہ امت محمدیہ کا کوئی فرد باہر رہتا ہے آجکل یورپین اقوام کو جو طاقت حاصل ہے یہ صرف ان وعدوں کی وجہ سے جو اسحاقؑ کی نسل سے کئے گئے تھے اگر اب اسماعیلؑ کی نسل سے اس کے وعدے پورے ہونے شروع ہوجائیں۔تو عیسائیت اس طرح ختم ہوجائے گی جس طرح محمدؐ کے آنے پر حزقیل، یرمیاہ، یسعیاہ، اور یحیٰی وغیرہ ختم ہو گئے ہیں اور اسلام کو وہ شوکت حاصل ہوجائے گی جو مسلمانوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 534 -535 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

آپ الوہیت مسیح کے عقیدہ کے بارہ میں لکھتے ہیں

’’پس اگر مسیحؑ آسمان پر جانے کی وجہ سے خدا یا خدا کا بیٹا کہلا سکتا ہے تو ادریسؑ کی الوہیت کا بھی مسیحی دنیا کو اقرار کرنا چاہئے کیونکہ بائبل کی رو سے وہ بھی آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ بہرحال ادریس ایک ایسا وجود ہے جس کے ذریعہ مسیحی دنیا کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے جس پر مسیح کی الوہیت کی بنیاد رکھی گئی ہے یعنی مسیح کا آسمان پر زندہ چلے جانا اور صرف یہی ایک حصہ تھا جس کی ابھی تک تردید نہیں ہوئی تھی۔ باقی سب باتوں کی خدا تعالیٰ نے تردید کر دی تھی مگر عیسائیوں کے اس خیال کی ابھی تردید باقی تھی کہ مسیح آسمان پر چلا گیا ہے اور یہ ایک ایسی بات تھی جو پہلے کسی نبی میں تسلیم نہیں کی جاتی۔ نہ زکریاؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے نہ یحییٰؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے نہ ابراہیمؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے نہ اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے نہ موسیٰؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے ہیں نہ ہارونؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے نہ اسماعیلؑ کے متعلق لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر گئے۔صرف ادریسؑ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان پر گئے اور روایات کے مطابق جس شان سے ادریسؑ کا آسمان پر جانا بتایا گیا ہے اس شان سے مسیح کا بھی آسمان پر جانا ثابت نہیں۔ پس وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا وَّرَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا میں بتایا کہ مسیح کے متعلق تم کہتے ہو کہ وہ آسمان پر گیا۔ ہم تمہارے سامنے ادریسؑ کو پیش کرتے ہیں۔ ادریسؑ کے حالات مسیح کے حالات سے زیادہ بہت شاندار ہیں پس اگر ان حالات کی وجہ سے جو مسیح کو پیش آئے وہ الوہیت میں شریک ہوسکتا ہے تو ادریس اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی الوہیت میں شریک قرار دیا جائے۔

قرآن کریم میں بھی مسیح کے متعلق تو صرف اتنا ہی آتا ہے کہ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ (نساء:159) خدا نے اسے اپنی طرف اٹھالیا مگر ادریس کے متعلق فرماتا ہے کہ رفعنہ مکانا علیا ہم نے اسے ایک بلند مقام پر اٹھالیا چنانچہ معراج کی حدیث میں بھی آتا ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے حضرت مسیح کو دوسرے آسمان پر اور ادریسؑ کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ گویا وہ مسیح سے بھی اونچا اٹھایا گیا۔ پس اگر ان الفاظ پر بنیاد رکھتے ہوئے تم مسیح کو خدا قرار دیتے ہو تو ادریسؑ کو کیوں خدا قرار نہیں دیتے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 313- 314 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

آپ آریہ سماج کے ایک عقیدہ کا قرآنی آیت سے ردّ کرتے ہوئے، سورت النحل کی آیت 4 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ فرمایا کہ جو انسان آسمان اور زمین کو بالحق نہیں مانتا۔ وہ لازماً مشرک بنتا ہے۔ کیونکہ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس جہان کو خدا نے بنایا ہے مگر اس میں مقصد کوئی مقرر نہیں کیا۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے تو ضرور اس کا کوئی مقصد ہے۔ اور اگر اس کا کوئی مقصد نہیں۔ تو یقیناً خدا نے نہیں بنایا۔ بلکہ یہ خود بخود ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ذرّہ ذرّہ خدا کا شریک ہے۔ دوسرے معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ زمین و آسمان کا بنانا حق کے ساتھ ہے۔ یعنی ان کا مادہ ہمارا پیدا کردہ ہے۔ اس لئے اس میں تصرف کا ہم کو حق حاصل ہے۔ اس میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو ایک طرف خدا تعالیٰ کو مادہ کا خالق نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف اس کی ترکیب کا فاعل خدا تعالیٰ کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ جو خالق نہیں۔ اُسے کیا حق حاصل ہے کہ کس میں تصرف کرے اور ایک موجود بالذات

کو اپنے حکم کے نیچے لائے یہ تو ظلم ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہ عقیدہ مشرکانہ بھی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان گنت وجودوں کو ازلی قرار دیا گیا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 128 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

قرآن کریم میں اللہ کی صفت رحمانیت کا مضمون کھولتے ہوئے اس سے تمام مذاہب باطلہ کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’پس إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ کے یہ معنے ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو رحمانیت کی صفت کی وجہ سے نازل ہوتا ہے۔ تمہیں خدا نے مالک بنایا تھا پتھروں کا، تمہیں خدا نے مالک بنایا تھا آگ کا، تمہیں خدا نے مالک بنایا تھا ہوا کا، تمہیں خدا نے مالک بنایا تھا پانی کا، اور یہ ساری چیزیں وہ ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کی وجہ سے تم کو دیں مگر انہیں چیزوں کو تم نے اس کا شریک بنالیا۔

دنیا میں جس قدر بت پائے جاتے ہیں وہ سارے کے سارے رحمانیت کے ماتحت آتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ نے بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ وہ اس کے بندوں کی خدمت کریں مگر لوگوں نے انہی کو خدا کا بیٹا بنالیا تو شرک ہمیشہ رحمانیت کی صفت کے انکار کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے ہندو اور عیسائی خدا تعالیٰ کو رحمن نہیں مانتے۔ ہندوؤں نے جب اپنی تعلیم پر غور کیا تو انہیں ماننا پڑا کہ خدا روح اور مادہ کا خالق نہیں۔ اگر وہ اسے خالق مانیں تو ساتھ ہی اسے رحمن بھی ماننا پڑے گا اور رحمان ماننے سے ہندو مذہب ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائی خدا تعالیٰ کو رحمن مانیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ شریعت لعنت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ اس کی طرف سے ہدایت آئے اور جب شریعت لعنت نہیں بلکہ اس پر عمل کر کے انسان نجات پا سکتا ہے تو کفارہ کا انکار کرنا پڑا۔ کفارہ کے انکار سے مسیح کی ابنیت ختم ہوگئی اور جب مسیح کی ابنیت ختم ہوگئی تو عیسائیت بھی فنا ہوگئی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 278 -279 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

’’مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر یورپ کے سامنے ہمیں اپالوجی APOLOGY کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ کھلے اور واضح الفاظ میں مغرب کی برائی اس پر ظاہر کرسکیں۔ سید امیر علی صاحب نے اپنی کتب میں یورپین مصنفین کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے سب جگہ اپالوجی سے کام لیا ہے اور کہا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یورپین مصنفین کے اسلام کے خلاف اعتراضات درست ہیں مگر ہماری التجا صرف اس قدر ہے کہ اسلام کے متعلق زیادہ سخت رائے قائم نہ کی جائے کیونکہ اسلام ایسے زمانہ میں آیا تھا جب دنیا ابھی ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے تھی۔ اس لئے اس کے کئی مسائل موجودہ زمانہ کی ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوسکتے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے اپالوجی کو بالکل ردّ کرتے ہوئے کھلے الفاظ میں یورپین لوگوں پر ان کی گمراہی ثابت کی ہے اور بتایا ہے کہ اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک حرف درست ہے۔ اس پر اعتراض کرنا خود اپنی حماقت کا ثبوت بہم پہنچانا ہے۔ چنانچہ آج تک ہم دشمنوں کی طرف سے اسی وجہ سے گالیاں کھاتے ہیں کہ ہم نے آریوں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے ہندوؤں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے سکھوں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے عیسائیوں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے جینیوں اور بدھوں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے زرتشتیوں پر بھی اعتراضات کئے۔ ہم نے یہودیوں پر بھی اعتراضات کئے۔ غرض کوئی مذہب اور فرقہ ایسا نہیں جس کی اسلام کے مقابلہ میں ہماری طرف گمراہی ثابت نہ کی گئی ہو اور ہم نے ان پر ایسے وزنی اعتراضات نہ کئے ہوں کہ جن کا جواب دینا ان کے لئے بالکل ناممکن ہے۔ مگر بجائے اس کے کہ مسلمان ہمارے اس کام کی قدر کرتے انہوں نے الٹا ہمیں گالیاں دینا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم اسلام کے خلاف غیر مسلموں کو اشتعال دلا رہے ہیں۔ چنانچہ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے مظہر علی صاحب اظہر کا ایک رسالہ میں نے دیکھا جس میں انہوں نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ آریوں نے اگر اسلام اور محمدؐ رسول اللہ کو گالیاں دیں تو اس کی بڑی وجہ مرزا صاحب نے آریوں پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اگر وہ اعتراضات نہ کرتے تو آریہ بھی اسلام کی مخالفت نہ کرتے۔ گویا دوسرے الفاظ میں مظہر علی صاحب اظہر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو دشمن کے مقابلہ میں اپالوجی کرنی چاہیئے تھی۔ بجائے اس کے کہ اس کے اعتراضات کے جواب دیتے کہتے کہ خدا کے واسطے آپ ہم پر سختی نہ کریں۔ محمدؐ رسول اللہ تو نعوذ باللہ ایک جاہل امت کے سردار تھے وہ موجودہ زمانہ کے مسائل کو کہاں سمجھ سکتے تھے یا قرآن کریم کی تعلیم نعوذ باللہ موجودہ زمانہ میں کام نہیں آسکتی۔ یہ تو صرف عرب کے لئے مخصوص تھی۔ موجودہ زمانہ میں مغربی علوم ہی لوگوں کو اعلیٰ مقام تک پہنچا سکتے ہیں۔ مگر چونکہ مرزا صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے کھلے طور پر کہا کہ محمدؐ رسول اللہ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم دنیا کی تمام تعلیموں سے اعلیٰ ہے۔ جاہل اور احمق وہ لوگ ہیں جو آپ پر اعتراضات کرتے ہیں اور قرآنی تعلیم کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اس لئے بقول مظہر علی صاحب آریوں کو جوش آ گیا اور وہ اسلام کا مقابلہ کرنے لگ گئے۔ اگر مرزا صاحب ایسا نہ کرتے تو ان کو بھی مقابلہ کا جوش پیدا نہ ہوتا۔ غرض سب مسلمانوں کے دلوں میں آج امید بالکل مٹ چکی ہے۔ صرف ہماری جماعت ایسی ہے جو اپنے اندر ایک پر امید دل رکھتے ہوئے مغرب کی گمراہی ثابت کر رہی ہے اور یقین رکھتی ہے کہ مغرب اس کے مقابلہ میں کبھی جیت نہیں سکتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 561-562، پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

(بقیہ آئندہ بروز منگل ان شاء اللہ)

بقیہ: قرآنی انبیاء...... از صفحہ 10

عِنۡدَ اللّٰہِ وَجِیۡہًا ﴿70﴾ (احزاب:70)۔ یعنی اے ایمان والوں تم اُن لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے موسیٰؑ کو اذیت دی اور پھر خدا نے اُس کی بریت کی۔

معلوم ہوتا ہے یا تو اُن کا یہ اعتراض تھا کہ ایک بدکار عورت سے موسیٰ نے شادی کرلی ہے۔ بہر حال پتہ لگتا ہے کہ اُن پر ناجائز رشتہ کا الزام لگایا گیا تھا۔ بائبل میں لکھا ہے کہ اس جرم کی سزا میں مریم کو کوڑھی کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بائبل ایک طرف یہ بتاتی ہے کہ ہارون اور مریم دونوں نے اعتراض کیا اور دوسری طرف بائبل سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف مریم کو سزا ملی ہارون کو سزا نہیں ملی۔ اِس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون کا نام بائبل میں حسب معمول انبیاء پر اعتراض کرنے کے شوق میں درج کیا گیا ہے ورنہ ایک جرم میں دونوں کو سزا کیوں نہ ملتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہارون نے اعتراض نہیں کیا صرف مریم نے اعتراض کیا تھا۔ آخر ہارون کی سفارش پر حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی اور مریم کا قصور معاف کیا گیا اور صرف سات دن کوڑھی بن کر رہنا پڑا۔ لیکن اس جرم سے پہلے جس شان اور عظمت کے ساتھ اُس کا ذکر کیا جاتا ہے تھا اس شان اور عظمت سے بعد میں اُس کا ذکر کیا نہیں کیا گیا۔ بلکہ بعض تو اس کی طرف اور بھی عیوب منسوب کرتے ہیں۔ پس میرے نزدیک ’’یَا أُخْتَ هَارُونَ‘‘ کہ کر انہوں نے طعنہ دیا ہے کہ اے ہارون کی بہن! یعنی جس طرح اس مریم نے قہر مارا اور وہ کوڑھی ہوگئی تھی اسی طرح تو نے بھی کوڑھیوں والا کام کیا ہے۔ پس ان الفاظ میں اُن کی طعنہ زنی تھی کہ اُس مریم نے بھی طوفان اٹھایا تھا تُو نے بھی طوفان اُٹھایا ہے۔ اس نے موسیٰ پر بدکاری کا الزام لگایا تھا اور تُو نے آپ بدکاری کی ہے حالانکہ تیرا باپ بُرا نہیں تھا اور تیری ماں بھی بُری نہیں تھی پس تُو نے یہ کیا گند اُچھالا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 192-193)

ایضاً کا استعمال

پرانے وقتوں میں جب کاتب، کسی مضمون کی کتابت کرتا تھا یا مضمون نگار اپنا وقت بچانے کی خاطر کسی اقتباس کا حوالہ دیتے وقت ایک حوالہ لکھ دیتا اور اگر اس کے بعد اسی متعلقہ کتاب کے حوالے دینے مقصود ہوتے تو وہ پورا حوالہ لکھنے کی بجائے ’’ایضاً‘‘ لکھ دیتا کہ وہی حوالہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

آج کل کمپیوٹر کا دور ہے۔ اگر ایک حوالہ کمپوز ہوگیا ہے تو اسے بآسانی کاپی کر کے نیچے لکھا جا سکتا ہے مگر ہمارے بعض کرم فرما مضمون نویس بھی ’’ایضاً‘‘ کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی قاری یا مضمون نویس نے پورے ارشاد کو کاپی کر کے اپنی کسی تحریر میں Adjust کرنا ہے تو وہ حوالہ کی بجائے ایضاً بھی لکھا آجاتا ہے۔

گزشتہ دنوں کسی مضمون میں ایضاً لکھا دیکھ کر خاکسار نے مضمون نویس کو فون کر کے حوالہ طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس ارشاد کو کسی جگہ سے Pick کیا تھا وہاں حوالہ میں ایسے ہی لکھا ہوا تھا۔ مجھے تو اب اصل حوالہ کا علم نہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں نقل کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہذا میں تمام مضمون نویسوں اور کمپوزر حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ الفضل آن لائن کے لیے ہر اقتباس کے ساتھ پورا حوالہ دیا کریں۔ کَانَ اللّٰہُ مَعَکُمۡ۔

(ایڈیٹر)

مرزا خلیل احمد۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

حضرت ہارونؑ

قسط 25

حضرت ہارون علیہ السلام پر خدا کا احسان ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر سلام بھیجا۔
اللہ تعالیٰ نے آپ کو امتیازی نشان اور روشنی بخشی تھی

حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں نام لے کر 20 دفعہ آیا ہے۔ اور عموی طور پر حضرت موسیٰ کے ساتھ ہی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ابتلاء سے حفاظت اور خدائی نصرت کا اظہار بھی اکٹھا آیا ہے اسی طرح انعامات کے عطا ہونے اور بعد میں آنے والوں میں ذکر خیر کا بھی اکٹھا بتایا گیا ہے جیسے فرمایا:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۹﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
(الصافات: 115-123)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو ایک بڑے غم اور بوجھ سے نجات دی تھی۔ اور ہم نے ان سب کی مدد کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غالب ہو گئے۔ اور ہم نے ان کو ایک کامل کتاب دی جو تمام احکام کو کھول کھول کر بیان کرتی تھی۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا تھا۔ اور آنے والی قوموں میں ان کے لئے ذکر خیر چھوڑا تھا موسیٰ اور ہارون پر ہمیشہ سلامتی ہوتی رہے۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ دونوں ہمارے مومن بندے تھے۔

اسی طرح فرمایا: ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۹﴾ (المومنون: 46-49) اس کے بعد ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنے نشان اور کھلا کھلا غلبہ دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے تکبر کیا۔ اور وہ سرکش لوگوں میں سے بن گئے۔ پھر انہوں نے کہا ’کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لے آئیں؟ حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری غلامی کر رہی ہے۔ پس انہوں نے ان دونوں (یعنی موسیٰ اور ہارون) کو جھٹلا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی ہلاک ہونے والے لوگوں میں سے بن گئے۔

اسی طرح فرمایا: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۵۰﴾
(الانبیاء: 49-50)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون کو امتیازی نشان بخشا تھا اور روشنی بخشی تھی اور متقیوں کے لئے ایک یاد دہانی کی تعلیم بخشی تھی۔ وہ (متقی) جو اپنے رب سے غیب میں (بھی) ڈرتے ہیں اور جو جزا سزا کے وقت مقرر سے بھی ڈرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح جب فرعون کے مقرر کردہ جادوگر اپنے جادوئی حرکتوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو موسیٰ اور ہارون کے رب کے سامنے ہی سجدہ کرتے ہوئے کہا: قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۸﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (الشعراء: 48-49)۔ (اور) انہوں نے کہا ’ہم رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ایمان لاتے ہیں۔ ایک اور جگہ پر فرمایا: فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿۷۱﴾ (طہٰ: 71)۔ پس (جب موسیٰ کے سونٹا ڈالنے کے بعد فرعون کے لائے ہوئے) چالباز (اپنی کمزوری سمجھ گئے تو وہ اپنی ضمیر کی آواز سے) سجدہ میں گرائے گئے اور کہنے لگے ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت ملنا

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾
(الانعام: 85)

اور ہم نے اس (یعنی ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب دیئے تھے ’ہم نے (ان) سب کو ہدایت دی تھی اور (اس سے) پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی تھی اور اس (یعنی ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (بھی) اور اسی طرح ہم اچھی طرح کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔

حضرت ہارونؑ کو وحی ہونا اور مبعوث کیا جانا

اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۴﴾
(النساء: 164)

جس طرح ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) تمام انبیاء پر وحی (نازل) کی تھی ’یقیناً تجھ پر (بھی) ہم نے وحی (نازل) کی ہے اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور (اس کی) اولاد اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر (بھی) وحی (نازل) کی تھی اور ہم نے داؤد کو (بھی) ایک کتاب دی تھی۔

ایک اور جگہ پر فرمایا: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ (یونس: 76)۔ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو اپنے نشان دیکر فرعون اور اس کی قوم کے بڑے لوگوں کی طرف بھیجا ’تو انہوں نے تکبر اختیار کیا اور وہ (پہلے ہی سے) ایک مجرم قوم تھے۔

حضرت موسیٰؑ کو نبوت عطا ہونے پر حضرت ہارونؑ کو نبی بنانے کی درخواست

قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملنے کا تفصیلی ذکر ملتا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اپنے گھر والوں کو لے کے چلے تو انہوں نے طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو ’میں نے ایک آگ دیکھی ہے‘ شاید میں وہاں سے تمہارے لئے کوئی ضروری خبر لا سکوں یا کوئی آگ کا انگارہ لاؤں تا کہ تم اس سے گرمی حاصل کر سکو۔ پھر جب وہ اس (آگ) کے پاس پہنچے ’تو مبارک مقام کے ایک مبارک حصہ کی طرف سے ایک درخت کے پاس سے انہیں پکارا گیا کہ اے موسیٰ میں اللہ سب جہانوں کا رب ہوں اور یہ کہ تو اپنا عصا پھینک دے۔ پس جب انہوں نے اُس عصا کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ ایک چھوٹا سانپ ہے‘ تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا تب انہیں کہا گیا اے موسیٰ! آگے بڑھ اور ڈر نہیں تو سلامتی پانے والے لوگوں میں سے ہے۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی بیماری کے سفید نکلے گا اور اپنے بازو کو خوف کی وجہ سے زور سے کھینچ کر اپنے جسم سے ملالے یہ دو دلیلیں علاوہ دوسری دلیلوں کے ہیں جو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تیرے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہیں کیونکہ وہ اطاعت سے نکلنے والے لوگ ہیں۔ جب یہ ساری بات حضرت موسیٰؑ سے کہی گئی تو انہوں نے عرض کی: قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۴﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۫ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۶﴾
(القصص: 34-36)

(موسیٰ نے) کہا ’اے میرے رب! میں نے فرعون کی قوم میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں (اور تیرا پیغام نہ پہنچ سکے)۔ اور میرا بھائی ہارون بات کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ پس اس کو میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج۔ تا کہ وہ میری تصدیق کرے۔ میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب نہ کریں۔ فرمایا ’ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لئے غلبہ کے سامان پیدا کریں گے۔ پس وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے تم دونوں اور جو تم دونوں کے متبع ہوں گے ہماری آیات کے ذریعہ سے غالب ہوں گے۔

ان آیات میں حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین صفات بیان کی ہیں (1) کہ میرا بھائی ہارون بات کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ (2) حضرت ہارون علیہ السلام کو بطور مددگار بھیجنے کی درخواست کی ہے۔ (3) اور تا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں۔

ایسے لگتا ہے کہ اسی واقعہ کو اختصار سے اور بعض دیگر پہلو اجاگر کرتے ہوئے ایک اور جگہ کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ: وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۳﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۵﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿١٧﴾

(الشعراء:11-17)

اور (یاد کر) جب کہ تیرے رب نے موسیٰ کو پکارا تھا '(اور کہا تھا) کہ ظالم قوم یعنی فرعون کی قوم کے پاس جا (اور ان سے کہہ کہ) کیا وہ تقویٰ نہیں کرتے؟ اس نے (جواب میں) کہا 'اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب نہ کریں۔ اور میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان (اچھی طرح) چلتی نہیں 'پس (میرے ساتھ) ہارونؑ کو بھی مبعوث کر۔ اور (یہ بات بھی ہے کہ) ان (لوگوں) کا میرے خلاف ایک الزام بھی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ فرمایا 'ہرگز نہیں۔ پس (ہمارا حکم سن کر) تم دونوں ہماری آیتیں لے کر (چلے) جاؤ ہم تمہارے (اور تمہارے ساتھیوں کے) ساتھ ہوں گے۔ اور (تمہاری دعاؤں کو) سنتے رہیں گے۔ پس فرعون کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہم رب العالمین (خدا) کے بھیجے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت ہارون علیہ السلام کو مبعوث کرنے کی حکمت میں اپنی ذاتی صفات میں کمی محسوس کرتے ہوئے اپنے بھائی کی سفارش کی ہے جیسا کہ کہا: میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب نہ کریں۔ کیونکہ (ا) میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے اور میری زبان اچھی طرح چلتی نہیں۔ (2) اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کا میرے خلاف ایک الزام بھی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ پس (میرے ساتھ) ہارونؑ کو بھی مبعوث کر۔ یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کو زیادہ بہتر بات کرنے والا اور کسی بھی الزام کے بغیر ہونے والا بتایا ہے۔

ان پانچوں باتوں سے یعنی دو جو ذاتی باتیں انہوں نے اپنے لئے محسوس کیں (زبان کا نہ چلنا اور الزام ہونے کا خوف) ان سے محفوظ رہنے کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اسی طرح حضرت ہارونؑ کا نام لیکر اپنا نائب بنانے کی بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبولیت بھی عطا فرمائی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے: قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿٢٦﴾ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿٢٧﴾ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿٢٨﴾ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ﴿٢٩﴾ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ﴿٣٠﴾ هٰرُوۡنَ اَخِی ﴿٣١﴾ اشۡدُدۡ بِهٖۤ اَزۡرِیۡ ﴿٣٢﴾ وَاَشۡرِکۡهُ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿٣٣﴾ کَیۡ نُسَبِّحَکَ کَثِیۡرًا ﴿٣٤﴾ وَّنَذۡکُرَکَ کَثِیۡرًا ﴿٣٥﴾ اِنَّکَ کُنۡتَ بِنَا بَصِیۡرًا ﴿٣٦﴾ قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ﴿٣٧﴾

(طٰہٰ:26-37)

(اس پر موسیٰ نے) کہا 'اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے۔ اور جو فرض مجھ پر ڈالا گیا ہے اس کو پورا کرنا میرے لئے آسان کر دے۔ اور اگر میری زبان میں کوئی گرہ ہو تو اسے بھی کھول دے۔ (حتیٰ کہ) لوگ میری بات آسانی سے سمجھنے لگیں۔ اور میرے اہل میں سے میرا ایک نائب تجویز کر۔ (یعنی) ہارونؑ کو جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ذریعہ سے میری طاقت کو مضبوط کر۔ اور اس کو میرے کام میں شریک کر۔ تا کہ ہم (دونوں) کثرت سے تیری تسبیح کریں۔ اور کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ تو ہمیں خوب دیکھ رہا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا 'اے موسیٰ! جو تو نے مانگا' تجھے دیا گیا۔

حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے ماتحت نبی تھے

قرآن کریم فرماتا ہے کہ موسیٰ کا بھی ذکر کر 'وہ ہمارا منتخب بندہ تھا۔ اور رسول اور نبی تھا۔ اور ہم نے موسیٰ کو طور کی دائیں طرف سے پکارا اور اس کو اپنے اسرار بتاتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔ پھر فرماتا ہے: وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَآ أَخَاهُ هَارُوۡنَ نَبِيًّا (مریم:54)۔ اور ہم نے اس (موسیٰ) کو اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر (مددگار کے طور پر) دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں دوسری جگہ سورہ طٰہٰ میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وَاجۡعَلۡ لِّیۡ وَزِیۡرًا مِّنۡ اَهۡلِیۡ ﴿٣٠﴾ (طٰہٰ:30) میرے اہل میں سے مجھے ایک مددگار عطا فرمایا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ دعا سنی اور حضرت ہارون کو بھی نبوت کے مقام پر فائز کر دیا۔ اس جگہ وَوَهَبۡنَا لَهٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَآ أَخَاهُ هَارُوۡنَ نَبِيًّا (مریم:54)۔ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اور انبیاء کا مقام نبوت ایک الگ رنگ رکھتا ہے اور ہارون کا مقام نبوت اور رنگ رکھتا ہے ہارون ہم نے موسیٰ کو اپنی رحمت سے عطا کیا تھا گویا وہ نبی تو تھا مگر موسیٰ کا ایک خادم اور آپ کے ماتحت کے طور پر تھا۔

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 293-294)

اسی طرح سورہ فرقان میں حضرت ہارون علیہ السلام کو بطور نائب مبعوث کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا: وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَجَعَلۡنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا ﴿٣٦﴾ فَقُلۡنَا اذۡهَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِیۡرًا ﴿٣٧﴾

(الفرقان:36-37)

اور ہم نے موسیٰ کو ایک (معلوم) کتاب دی تھی اور ہم نے اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بھی نائب بنا کر بھیج دیا تھا۔ اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کر دیا ہے پھر (جب وہ تبلیغ کر چکے) ہم نے ان جھٹلانے والوں کو بالکل تباہ کر دیا۔

آل موسیٰؑ اور آل ہارونؑ کے بقیہ سے مراد

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اٰیَۃَ مُلۡکِهٖۤ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡهِ سَکِیۡنَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَاٰلُ هٰرُوۡنَ تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿٢٤٩﴾

(البقرہ:249)

اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی حکومت کی دلیل یہ (بھی) ہے کہ تمہیں (ایک ایسا) تابوت ملے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین (ہوگی) اور اس چیز کا بقیہ ہوگا جو موسیٰ کے متعلقین اور ہارون کے متعلقین نے (اپنے پیچھے) چھوڑا۔ فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے اگر تم مومن ہو تو اس (بات) میں تمہارے لئے یقیناً ایک (بڑا) نشان ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بَقِیَّۃٌ یہ لفظ ایسی چیز پر بولا جاتا ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو۔ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ اِن معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ فرماتا ہے: وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٧﴾ (مریم:77) یعنی اچھے اور نیک اعمال خدا تعالیٰ کے حضور ثواب حاصل کرنے کے لحاظ سے بھی اور انجام کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر شے ہیں۔۔۔ قرآن کریم میں یہ لفظ عقل پر بھی بولا گیا ہے چونکہ عقل خیر ہی کے معنے رکھتی ہے اور انسان کے لئے مفید ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے باقی رہتا ہے۔ اس لئے اُسے بھی بقیہ کہتے ہیں۔ ترکہ سے مراد عام طور پر ورثہ ہوتا ہے لیکن ترکہ سے مراد دوسروں کی اعلیٰ صفات کا حامل ہونا بھی ہوتا ہے۔۔۔ اس لحاظ سے اس آیت کے معنے یہ ہونگے کہ جو نیک دستور پہلے لوگ چھوڑ گئے ہیں اُن کا وارث ہو۔۔ اس انتخاب کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمہیں ایک ایسا تابوت ملے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی اور اس چیز کا بقیہ ہوگا جسے موسیٰؑ اور ہارونؑ کی آل نے اپنے پیچھے چھوڑا۔ اور فرشتے اُسے اُٹھائے ہوئے ہونگے۔ مفسرین نے تابوت سے مراد بنی اسرائیل کا وہ خاص صندوق لیا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے اندر تورات کا اصل نسخہ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کے تبرکات محفوظ تھے۔ اور بنی اسرائیل سفر وحضر میں اُسے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ اُسے بڑا متبرک سمجھتے تھے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ اس تابوت کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے مگر بائبل بتاتی ہے کہ ایک دفعہ دشمن نے ایسا حملہ کیا کہ وہ یہ تابوت بھی اٹھا کر لے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔۔ اور وہاں نہایت بڑی خونریزی ہوئی کہ تیس ہزار اسرائیلی پیادے مارے پڑے۔ اور خدا کا صندوق لُوٹا گیا۔" (01 سموایل باب 4 آیت 3 تا 11)۔ جب ہم لغت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تابوت کے عام معنے تو صندوق کے اور کشتی کے ہوتے ہیں (اقرب)۔ لیکن استعارۃً اُسے دل کے معنے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ عربی زبان میں انسانی قلب کو بَیۡتُ الۡحِکۡمَۃِ اور وِعَاءُ الۡحِکۡمَۃِ اور صَنۡدُوۡقُ الۡحِکۡمَۃِ کہنے کے علاوہ تَابُوۡتُ الۡحِکۡمَۃِ بھی کہتے ہیں (مفردات راغب)۔۔۔ تاج العروس میں لکھا ہے۔ اَلتَّابُوۡتُ اَلۡاَضۡلَاعُ وَمَا تَحۡوِیۡهِ کَالۡقَلۡبِ وَالۡکَبِدِ وَغَیۡرِهِمَا تَشۡبِیۡهًا بِالصَّنۡدُوۡقِ الَّذِیۡ یُحۡرَزُ فِیۡهِ الۡمَتَاعُ۔ یعنی تابوت کے معنے پسلیوں والے حصہ جسم کے ہیں جس میں دل اور جگر وغیرہ اعضاء ہیں۔ اور اس حصہ جسم کو تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی صندوق کی طرح ہوتا ہے جس میں سامان محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور کسی علمی یا ایمانی یا راز کی بات کو تابوت میں رکھنے کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ گویا وہ سینہ میں لکھی گئی ہے۔ اور ایسی محفوظ ہوگئی ہے جیسے کوئی چیز صندوق میں رکھ دی جائے۔۔۔ کبھی لفظ تابوت کو استعارۃً دل کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ الفاظ قرآنیہ صاف دلالت کر رہے ہیں کہ اس جگہ تابوت سے مراد دل ہے۔ کیونکہ فرماتا ہے اس تابوت میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ سکینت دل میں ہوتی ہے نہ کہ صندوق مراد لیا جائے تو یہ قرآنی تعلیم کے خلاف ہوگا۔۔۔ اس لئے تابوت سے مراد اس جگہ دل ہی ہیں جنہیں فرشتے اٹھاتے تھے اور ہمت بڑھاتے تھے۔

ضمنی طور پر اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ سے فیوض حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلفاء سے مخلصانہ تعلق قائم رکھا جائے اور ان کی اطاعت کی جائے۔ چنانچہ اس جگہ طالوت کے انتخاب میں خدائی ہاتھ کا ثبوت یہی پیش کیا گیا ہے کہ تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نئے دل ملیں گے جن میں سکینت کا نزول ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے ملائکہ ان دلوں کو اٹھائے ہوئے ہونگے۔ گویا طالوت کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے نتیجہ میں اطاعت کے درجہ بلند ہوجائیں گے۔ تمہارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہوجائیگا۔ ملائکہ تمہاری تائید کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور تمہارے دلوں میں استقامت اور قربانی کی روح پھونکتے رہیں گے۔ پس سچے خلفاء سے تعلق رکھنا ملائکہ سے تعلق پیدا کر دیتا اور انسان کو انوار الٰہیہ کا مہبط بنا دیتا ہے۔

وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَاٰلُ هٰرُوۡنَ سے مراد وہ اخلاق فاضلہ ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے متبعین اور آپ کے مقربین سے ظاہر ہوتے تھے۔ اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے دل ان خوبیوں کے وارث

ہونگے جو آلِ موسیٰؑ اور آل ہارونؑ نے چھوڑی ہیں۔۔۔غرض وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ سے یہ مراد ہے کہ طالوت کے ساتھیوں میں وہی اخلاق فاضلہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا جو آل موسیٰؑ اور آل ہارون میں تھے۔ آل موسیٰ و آل ہارون سے یہ مراد نہیں کہ ان دونوں کہ الگ الگ اُمتیں تھیں۔۔۔اس کا مطلب اہل یعنی اقارب سے ہے اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں نبیوں کی اولادوں میں جو خوبیاں تھیں وہ ان میں بھی آ جائیں گی۔ اگر کہو کہ اہل میں خوبی ہونا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ 'بَقِيَّة' کے لفظ نے بتا دیا ہے کہ اس جگہ خوبیاں مراد ہیں۔ دوسرے بائبل کی کتاب خروج باب 40 آیت 12 تا 15 سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ ہارون کو مقدس لباس پہنایا جائے اور نہ صرف اس کی عزت افزائی کی جائے بلکہ اس کی تمام اولاد کی عزت کرنا بھی بنی اسرائیل پر فرض قرار دیا جائے۔ اور عبادت گاہوں کا انتظام ان کے سپرد کیا جائے۔

پس بے شک ہر اہل میں خوبیوں کا موجود ہونا ضروری نہیں مگر موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متعلقین اور ان کے خاص متبعین میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق یقینی طور پر ودیعت کر دیئے تھے۔ اور طالوت کے خدائی انتخاب کا یہ ثبوت بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے روحانیت آل موسیٰؑ اور آل ہارونؑ میں رکھی تھی اور جب بلند اخلاق اور کردار کا انہوں نے مظاہرہ کیا تھا وہی تقویٰ اور وہی روحانیت اور وہی بلند اخلاق طالوت کے ساتھیوں میں بھی پیدا کر دی جائے گی اور یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ جس شخص کی انہوں نے متابعت اختیار کی ہے وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 558-563 اختصارًا)

حضرت ہارونؑ کا حضرت موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں قوم کی نگرانی کرنا

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (الاعراف:143)۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر ان (تیس راتوں) کو دس اور ملا کر مکمل کر دیا۔ اس طرح اس کے رب کا مقررہ وعدہ چالیس راتوں کی صورت میں پورا ہو گیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا (میرے بعد) میری قوم میں میری نمائندگی کر اور ان کی اصلاح کو مدنظر رکھ اور فساد کرنے والوں کا راستہ اختیار نہ کر۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’نبی کے وہ جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں یعنی اس کی شریعت پر قوم کو چلانے والے ہوں اور ان میں اتحاد قائم رکھنے والے ہوں خواہ نبی ہوں یا غیر نبی۔ جیسے کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام موعود راتوں کے لئے طور پر گئے تو اپنے بعد انتظام کی غرض سے انہوں نے حضرت ہارون سے کہا کہ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ (الاعراف:143)۔ یعنی میرے بعد میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ان کی اصلاح کو مدنظر رکھنا اور مفسد لوگوں کی بات نہ ماننا۔ حضرت ہارون خود نبی تھے اور اس وقت سے پہلے نبی ہو چکے تھے پس یہ خلافت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دی تھی وہ خلافت نبوت نہ ہو سکتی تھی۔ اس کے معنے صرف یہ تھے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں ان کی قوم کا انتظام کریں اور قوم کو اتحاد پر قائم رکھیں اور فساد سے بچائیں۔ جہاں تک اس خلافت کا تعلق ہے یہ خلافت نبوت نہ تھی بلکہ خلافت انتظامی تھی۔ مگر جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں اس قسم کی شخصی خلافت علاوہ خلافت انتظامی کے خلافت نبوت بھی ہوتی ہے یعنی ایک سابق نبی کی امت کی درستی اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ ایک اور نبی کو مبعوث فرماتا ہے جو پہلے نبی کی شریعت کو ہی جاری کرتا ہے کوئی نئی شریعت جاری نہیں کرتا۔ پس جہاں تک کہ شریعت کا تعلق ہوتا ہے وہ پہلے نبی کے کام کو قائم رکھنے والا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے پہلے نبی کا خلیفہ ہوتا ہے لیکن عہدہ کے لحاظ سے وہ پہلے نبی کا مقرر کردہ نہیں ہوتا نہ اس کی امت کا مقرر کردہ بلکہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے خلفاء بنی اسرائیل میں بہت سے گذرے ہیں بلکہ جس قدر انبیاء بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے ہیں سب اسی قسم کے خلفاء تھے۔ یعنی وہ نبی تو تھے مگر کسی جدید شریعت کے ساتھ نہ آئے تھے بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو ہی دنیا میں جاری کرنے کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (المائدہ:45) یعنی ہم نے تورات اُتاری تھی جس میں ہدایت اور نور تھے۔ تورات کے ذریعہ سے بہت سے نبی جو (موسیٰؑ کے) فرمانبردار تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا یہود کے درمیان فیصلے کرتے تھے اور یہ انبیاء اور ربانی اور احبار تورات پر بطور نگران مقرر تھے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ انبیاء ایسے آئے تھے جن کا کام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا قیام تھا اور وہ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 305)

بنی اسرائیل کا بچھڑا بنانے پر حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ سے سختی کرنا اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرنا

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔۔۔
وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۫ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

(الاعراف:149، 151-152)

اور موسیٰ کی قوم نے اس کے (سفر پر جانے کے) بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا۔ وہ محض ایک بے روح جسم تھا جس میں سے فقط ایک بے معنی آواز نکلتی تھی۔۔۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ اور افسوس سے بھرا ہوا لوٹا تو اس نے کہا کہ میرے بعد جو تم نے میری نمائندگی کی وہ بہت بری تھی۔ کیا تم نے اپنے رب کے حکم کے معاملہ میں جلدی کی (اور گھبرا گئے کہ موسیٰ اب تک کیوں نہیں آئے) اس وقت موسیٰ نے وحی کی تختیاں زمین پر رکھ دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اسے اپنی طرف گھسیٹنا شروع کیا (اس پر) اس نے کہا، اے میری ماں کے بیٹے! قوم نے مجھے کمزور جانا اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتے۔ پس دشمنوں کو مجھ پر ہنسی کا موقعہ نہ دے اور مجھے ظالم لوگوں میں شمار نہ کر۔ (یہ سن کر موسیٰ نے) کہا۔ اے میرے رب! مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل کر دے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا ہے۔

حضرت ہارونؑ کی وفات

ہارون کے بارے میں تورات میں ہے کہ ’’اور اس پہاڑ پر جس پر تو جاتا ہے مر جا۔ اور اپنے لوگوں میں شامل ہو جیسے تیرا بھائی ہارون حور کے پہاڑ پر مر گیا اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔‘‘

(استثناء باب 32 آیت 50)

حضرت ہارونؑ پر بائبل میں شرک کا الزام اور قرآن کریم کا جواب

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۱﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۲﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۳﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۴﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۵﴾

(طٰہٰ:91-95)

اور ہارون نے (موسیٰ کے واپس آنے سے بھی) پہلے ان سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! تم کو اس (بچھڑے) کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا گیا ہے اور تمہارا رب تو رحمٰن (خدا) ہے پس میری اتباع کرو اور میرے حکم کو مانو (اور شرک نہ کرو)۔ (مگر اس ضدی قوم نے) کہا، جب تک موسیٰ ہماری طرف واپس نہ آئے ہم برابر اس کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ (جب موسیٰ واپس آئے تو انہوں نے ہارون سے) کہا اے ہارون! جب تو نے اپنی قوم کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تجھے کس نے منع کیا تھا؟ کہ تو میرے نقش قدم پر نہ چلے؟ کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ (ہارون نے) کہا، اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی (کے بال) پکڑ اور نہ میرے سر کے بال (پکڑ) میں تو اس بات سے ڈر گیا تھا کہ تو یہ نہ کہے کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے اور میری بات کا خیال نہیں رکھا (کہ قوم کی تنظیم قائم رہے)۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تورات میں کہا گیا تھا کہ ہارون نے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔ بنی اسرائیل کو بچھڑا بنا کر دیا اور شرک کی راہ پر چلایا لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (طٰہٰ:91) یعنی موسیٰ کے پہاڑ سے واپس آنے سے پہلے حضرت ہارونؑ بھی اپنی قوم کو شرک سے روکتے رہے تھے اور اُن سے کہتے تھے کہ اے قوم اس بچھڑے کے ذریعہ سے تمہارا ایمان خراب کیا گیا ہے اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے یہ بے حقیقت بچھڑا رب کس طرح ہو سکتا ہے پس تم میری فرمانبرداری کرو اور میرے حکم پر چلو۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون شرک کرانے والوں میں سے نہ تھے بلکہ شرک سے روکنے والوں میں سے تھے۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 83)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس آیت سے معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت ہارونؑ شرک میں شامل نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنی قوم کو شرک سے سختی کے ساتھ روکا تھا لیکن بائبل کہتی ہے کہ وہ شرک میں شامل تھے (خروج باب 32 آیت 1-6)۔ ایک ادنیٰ سی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس سے خدا بولا کرتا تھا وہ ایک بچھڑے کو خدا کس طرح قرار دے سکتا ہے۔۔۔ بلکہ اگر بائبل کو غور سے دیکھا جائے تو اس کی اندرونی شہادت بھی اس واقعہ کو غلط قرار دیتی ہے۔ چنانچہ بائبل بتاتی ہے کہ جب حضرت موسیٰ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے تو وہ سخت غیظ وغضب کی حالت میں پہاڑ سے واپس تشریف لائے اور بچھڑے کو آگ میں جلا کر اسے خاکستر کیا اور اس کی خاک پانی پر چھڑک کر بنی اسرائیل کو پلوائی۔ (خروج باب 32 آیت 20)۔ پھر موسیٰ نے اس کی سزا میں حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قریبی کو قتل کرے اور اس طرح تین ہزار آدمی مارے گئے۔ (خروج باب 32 آیت 27-28)۔ پھر موسیٰ نے خدا سے درخوست کی کہ۔ ’’ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا کہ اپنے لئے سونے کا دیوتا بنایا اور اب اگر تو ان کا گناہ معاف کر دے تو خیر ورنہ میرا نام اس کتاب میں سے جو تو نے لکھی ہے مٹا دے۔‘‘ (خروج باب 32 آیت 32) مگر ’’خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسی کے نام کو اپنی کتاب میں سے مٹاؤں گا۔‘‘ (خروج باب 32 آیت 33)۔ اس فتنہ کو فرو کرنے کے بعد وہ پھر پہاڑ پر گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ ’’ہارون کو مقدس لباس پہنانا اور اسے مسح اور مقدس کرنا۔ تا کہ وہ میرے لئے کاہن کی خدمت کو انجام دے اور اس کے بیٹوں کو لا کر ان کو کرتے پہنانا اور جیسے ان کے باپ کو مسح کرے ویسے ہی ان کو بھی مسح کرنا تا کہ وہ میرے لئے کاہن کی خدمت کو انجام دیں۔ اور ان کا مسح ہونا ان کے لئے نسل درنسل ابدی کہانت کا نشان ہوگا۔ اور موسیٰ نے سب کچھ جیسا خداوند نے اس کو حکم کیا تھا اس کے مطابق کیا‘‘ (خروج باب 40 آیت 132 تا 16)۔ اسی طرح گنتی باب 3 میں بھی ذکر آتا ہے کہ ہارون اور اس کے بیٹوں کو بنی لاوی کی کہانت سپرد کر کے ان کا نام ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا گیا۔

بائبل کے ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ جہاں اور لوگوں پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا گیا اور مجرموں کو قتل کی سزائیں دی گئیں وہاں حضرت ہارونؑ پر بجائے کسی ناراضگی کا اظہار کرنے کے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہارون کو مقدس لباس پہنایا جائے اور نہ صرف اس کی عزت افزائی کی جائے بلکہ اس کی تمام اولاد کو بھی قابل اعزاز سمجھا جائے اور عبادت گاہوں کی نگرانی کا کام ان کے سپرد کیا جائے۔ اب کیا ایک مشرکانہ فعل کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے اور کیا ہارونؑ اگر اسی فعل کے مرتکب ہوتے جس کا بائبل انہیں مرتکب قرار دیتی ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان سے یہی سلوک کیا جاتا۔ جب اس شرارت کے تمام سرغنے قتل کر دیئے گئے تھے تو حضرت ہارونؑ کو کیوں قتل نہ کیا گیا۔ اور جب ’’خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسی کے نام کو اپنی کتاب میں سے مٹاؤں گا۔‘‘ (خروج باب 32 آیت 33)۔ تو اگر حضرت ہارون قصور وار تھے تو ان کا نام کیوں نہ مٹایا گیا۔ بلکہ بائبل تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہارون پر اظہار ر ناراضگی کرنیکی بجائے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور حکم دیا کہ آئندہ تمام عبادت گاہوں کا انتظام ہارون اور اس کے بیٹوں کے سپرد کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ انعام اور اس کی طرف سے خوشنودی کا اظہار بتا رہا ہے کہ بچھڑا بنانا تو الگ رہا حضرت ہارون اس کے پجاریوں میں سے بھی نہیں تھے بلکہ جیسا کہ قرآن کریم بتاتا ہے انہوں نے بنی اسرائیل کو شرک سے روکا اور انہیں توحید پر قائم رکھنا چاہا مگر انہوں نے ہارونؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ انسائکلو پیڈیا برٹینیکا والا بھی ہاورنؑ کے شرک کرنے کے واقعہ کو غلط قرار دیتا ہے اور اس سے یہ استدلال کرتا ہے کہ بائبل میں کئی واقعات بعد میں بڑھا دیئے گئے ہیں۔

(انسائکلو پیڈیا برٹینیکا جلد 4 زیر لفظ CALF THE GOLDEN وجلد 15 زیر لفظ موسیٰ)

حضرت ہارونؑ نے اس موقعہ پر جو یہ کہا کہ یٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ یعنی اے میری قوم تمہیں اس بچھڑے کے ذریعے ایک آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمہاری اصل آزمائش کا وقت اب آیا ہے گویا فرعون کے عذاب اس آزمائش کے مقابل پر بالکل ہیچ تھے کیونکہ وہ آزمائش دشمن کی طرف سے تھی جس میں قدرتاً سب لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں لیکن جب اندر سے فتنہ کھڑا ہو تو کئی کمزور طبائع ڈانواں ڈول ہو جاتی ہیں۔ پس حضرت ہارونؑ اپنی قوم کو توجہ دلاتے ہیں کہ بے شک پہلے بھی تمہارے سامنے مختلف آزمائشیں آتی رہی ہیں مگر اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ تمہاری آزمائش کا اصل وقت اب آیا ہے اور اب دنیا پر ظاہر ہو جائیگا کہ تم میں سے کون سچے دل سے ایمان لایا تھا اور کون اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اندرونی فتنوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ پوری تندہی سے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ خطرے والا فتنہ وہی ہوتا ہے۔ خواہ قوم کتنی بھی تھوڑی ہو اگر اندرونی فتنہ اس میں نہ ہو تو دشمن اسے مٹا نہیں سکتا لیکن اگر اندرونی فتنہ پیدا ہو تو پھر تباہی کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 456-459)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زیر آیت: قَالَ یَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡیَتِیۡ وَلَا بِرَاۡسِیۡ ۚ اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿۹۵﴾ (طہٰ:95) فرماتے ہیں: اس جگہ حضرت ہارونؑ نے حقیقی عذر پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ میں نے ان لوگوں کو روکا تو تھا۔ لیکن زیادہ سختی اس لئے نہیں کی کہ کہیں یہ مقابل پر کھڑے نہ ہو جائیں اور تو یہ الزام نہ دے کہ قوم میں بغاوت پیدا کر دی اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ یا تو نے میرے اس حکم کا کہ ’’امن رہے‘‘ خیال نہیں رکھا۔ رقَبَ کے دونوں معنے ہوتے ہیں رَقَبَ کے معنے اِنۡتَظَرَ کے بھی ہوتے ہیں اور رَقَبَ کے معنے حَرَسَ کے بھی ہوتے ہیں۔۔۔ پس حضرت ہارونؑ کہتے ہیں کہ میں نے صرف اس خیال سے ان پر زیادہ سختی نہیں کی کہ مبادا آپ یہ کہہ دیں کہ تو نے قوم میں تفرقہ پیدا کر دیا اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا۔ یا تو نے میرے اس حکم کا کہ امن رکھا جائے خیال نہیں رکھا۔ بعض لوگ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کسی دوسرے نبی کا مطیع نہیں ہو سکتا وہ صرف مطاع ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ تو درست ہے کہ نبی مطاع ہوتا ہے مگر ان لوگوں کا جن کی طرف وہ مبعوث کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اور کسی کا مطیع نہیں ہوتا۔ اس طرح تو کہنا پڑیگا کہ نعوذباللہ نبی خدا تعالیٰ کا بھی مطیع نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ بات بالبداہت باطل ہے انہی آیات کو دیکھ لو۔ حضرت ہارونؑ اپنی قوم کو کہتے ہیں کہ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ وَاَطِیۡعُوۡۤا اَمۡرِیۡ (طہٰ:91)۔ تم میری اطاعت اختیار کرو اور میرے حکم کی نافرمانی مت کرو۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو قوم کا مطاع قرار دیا۔ مگر دوسری طرف جب حضرت موسیٰؑ پہاڑ سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے حضرت ہارون سے کہا کہ ’’أَفَعَصَیۡتَ أَمۡرِی‘‘ (طہٰ:94)۔ کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ اس سے صاف معلوم کہ حضرت ہارون اپنی قوم کے تو مطاع تھے لیکن حضرت موسیٰ کے مطیع تھے اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ میں نے صرف اس خیال سے ان لوگوں پر زیادہ سختی نہیں کی کہیں آپ مجھے یہ الزام نہ دیں کہ میں نے آپ کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ اور بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا کر دیا۔ گویا وہ ہر اہم بات میں انکے حکم کے منتظر رہتے تھے اور اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کہیں موسیٰ کی اطاعت میں کوئی فرق نہ آ جائے۔

(تفسیر کبیر جلد 05 صفحہ 460-461)

قرآن کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کیوں کہا؟

یٰۤاُخۡتَ ہٰرُوۡنَ مَا کَانَ اَبُوۡکِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّمَا کَانَتۡ اُمُّکِ بَغِیًّا ﴿۲۹﴾

(مریم:29) اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا، اور تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’اے ہارون کی بہن تیرا باپ تو برا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بھی بدکار نہیں تھی پھر یہ کیا اندھیر ہو گیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت مریم کی دوسری والدہ سے ایک اور بھائی تھا جس کا نام ہارون تھا لیکن یہودی تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اِس لئے ایسی بے دلیل بات پیش نہیں کی جا سکتی۔

بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن اس لئے کہا کہ وہ انکی نسل میں سے تھیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ الزبتھ جو حضرت زکریا کی بیوی تھیں بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہارون کے خاندان میں سے تھیں اور چونکہ یہ اُن کی رشتہ دار تھیں اس لئے قرآن نے اُن کو اُن کے قبیلہ کی زبان میں اُختِ ہارون کہہ دیا (دیکھو القرآن از جارج سیل زیر آیت یا اُختَ ھارون)۔ یہ اُن عیسائیوں نے تشریح کی ہے جو منصف مزاج ہیں اور تعصب کا مادہ اپنے اندر نہیں رکھتے۔ بعض عیسائیوں نے تو اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تاریخ سے ایسے ناواقف تھے کہ اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہارون حضرت مسیح سے چودہ سو سال پہلے گذرے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے عیسائیوں نے خود اعتراض کو ردّ کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو موسیٰ اور ہارون کے زمانہ کا خوب علم تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہی کئی جگہ ذکر آتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کے بعد فلاں نبی آئے پس یہ اعتراض صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ حضرت زکریا کی بیوی الزبتھ ہارون کے خاندان میں سے تھیں اور مریم اُن کی رشتہ دار تھیں اِس لئے انہوں نے حضرت مریم کو بھی ہارون کی بہن کہہ دیا۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ایک دفعہ یہ اعتراض پیش ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہود انبیاء وصلحاء کے نام پر اپنے خاندان کے مردوں عورتوں کے نام رکھ لیا کرتے تھے۔

(تفسیر فتح البیان جلد 6وتفسیر ابن جریر جلد 16)

لیکن میرے نزدیک اس کے ایک اور معنی بھی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مریم کو ہارون کی بہن طنز کے طور پر کہا ہے۔ بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی ایک سوتیلی بہن تھی جو ہارون کی سگی بہن تھی۔ یا بعض مورخوں کے نزدیک وہ حضرت موسیٰ کی سوتیلی بہن نہیں بلکہ سالی تھی اور اس کا نام بھی مریم تھا۔ گنتی باب 12 سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مریم نے جو ہارون کی سگی بہن اور حضرت موسیٰؑ کی سوتیلی بہن تھی اور بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ کی سالی تھی۔ بہر حال ہارون سے اُس کا زیادہ رشتہ تھا اور موسیٰؑ سے کم۔ ہارون کے ساتھ مل کر ایک کوشی عورت سے شادی کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کئے تھے۔ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ یہ اعتراض اس حد تک تھا گویا ناجائز تعلق قائم کیا گیا ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اٰذَوۡا مُوۡسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوۡا ؕ وَکَانَ

بقیہ صفحہ 6 پر

مریم رحمٰن

حیاتِ نور الدینؓ

سوانح خاکہ حضرت حکیم مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ

قسط 14 حصہ دوم

اس حصہ میں آپؓ کے حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے پہلی ملاقات تا وفات حضرت اقدسؑ تک کے واقعات کا ذکر ہے۔

1885ء پہلی بار قادیان میں آمد

اس سال مارچ سے کچھ پہلے آپ پہلی بار قادیان تشریف لائے اور آپؓ کا بیان ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ابھی بیعت لینے کا سلسلہ شروع نہ کیا تھا مگر میں آپؑ کی صداقت جان گیا تھا۔ اسی سال آپؓ دوسری دفعہ ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپ کو فرمایا کہ عیسائیت کے مقابل پر ایک کتاب آپ لکھیں۔

1886ء

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق آپؓ نے عیسائی پادری تھامس ہاول کے سوالوں کے جواب میں فصل الخطاب نامی کتاب لکھی جس کی وجہ سے آپ کے ایک حافظ دوست نیزان کے دوسرے ساتھی عیسائی ہونے سے بچ گئے۔ یہ کتاب 1887-1888ء میں شائع ہوئی اور بہت مقبول ہوئی۔

ملازمت سے استعفیٰ دینے کا فیصلہ

خدمت دین کے لئے اور اپنے آقا حضرت اقدسؑ کی خدمت میں مکمل زندگی گزارنے کی غرض سے آپؓ نے شاہی طبیب کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؑ نے اس سے آپؓ کو منع کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا چنانچہ وہ استعفیٰ منظور نہ ہوا اور آپؓ ادھر ہی خدائی منشاء کے تحت ملازمت کرتے رہے۔

1886ء سرمہ چشم آریہ

اور سراج منیر کی اشاعت میں حصہ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مکتوبات 20 ستمبر اور 4 نومبر 1886ء سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ آپؓ نے سرمہ چشم آریہ رسالہ کی 100 جلدوں کا خرچ اور نیز رسالہ سراج منیر کے لئے بھی مالی قربانی کی۔

اسی سال آپؓ کے پاس بخاری شریف پڑھنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ جموں آگئے اور تقریباً 6 ماہ وہاں رہے۔

1887ء

اس سال آپؓ سرسید احمد خان کی آل انڈیا مڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے معاونین میں شامل ہوئے۔

پنڈ دادنخان کے پادری تھامس ہاول نے پرچہ نور افشاں میں کتاب شحنۂ حق اور مرزا غلام احمد صاحب کے الہام نامی ایک اعتراضات سے بھر پور مضمون شائع کیا۔ آپؓ نے ایک زبردست مضمون منشور محمدی ان اعتراضات کے جواب میں لکھا جو بنگلور میں کئی اقساط میں شائع ہوا۔

1888ء

آپؓ کی بیماری کا خط ملنے پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے ایک صحابی حافظ حامد علیؓ کو ساتھ لے کر جموں تشریف لے گئے اور تین دن وہاں قیام پذیر رہے۔

اس سال حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ آپؓ کی شاگردی میں آئے۔

1889ء دوسری شادی

سال کی شروع میں آپؓ کی دوسری شادی حضرت منشی احمد جانؓ صاحب کی صاحبزادی حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ سے ہوئی جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بھی شرکت کی۔

بیعت حضرت اقدس مسیح موعودؑ

23 مارچ 1889ء کے مبارک دن میں آپؓ وہ پہلے وجود تھے جنہیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے گھر پر نصیب ہوئی۔ اسی طرح عورتوں میں سب سے پہلے آپؓ کی اہلیہ حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ نے بیعت کی۔

والدہ محترمہ کی وفات

آپؓ کی والدہ ماجدہ نور بخت صاحبہ کی وفات ہوگئی۔

تصدیق براہین احمدیہ کی تصنیف

پنڈت لیکھرام کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کے جواب میں تصدیق براہین احمدیہ نامی کتاب آپؓ نے تصنیف فرمائی جو 1890ء میں شائع ہوئی۔

1890ء

راجہ امر سنگھ نے آپؓ کا غالباً سب سے پہلا فوٹو لیا جو کہ حکیم محمد حسین صاحب کے رسالہ طبیب حاذق میں 1907ء میں شائع ہوا۔

دعویٰ مسیحیت پر ایمان لانا

1890ء کے آخر میں جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فتح اسلام کتاب میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو فوراً اس پر ایمان لائے۔

1891ء پہلے جلسہ سالانہ میں شرکت

قادیان کا سفر کیا اور دسمبر کے مہینہ میں جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔

1892ء

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہمراہ لاہور کا سفر کیا اور آپ کی تائید میں تقریر آپؑ کی موجودگی میں کی۔

ازالہ اوہام کی اشاعت میں اعانت کی مولوی سید محمد احسن صاحبؓ کی اعانت کے لئے چندہ دیا۔ جلسہ سالانہ قادیان میں آنے والے مہمانوں کے لئے علیحدہ مکان تعمیر کروایا۔

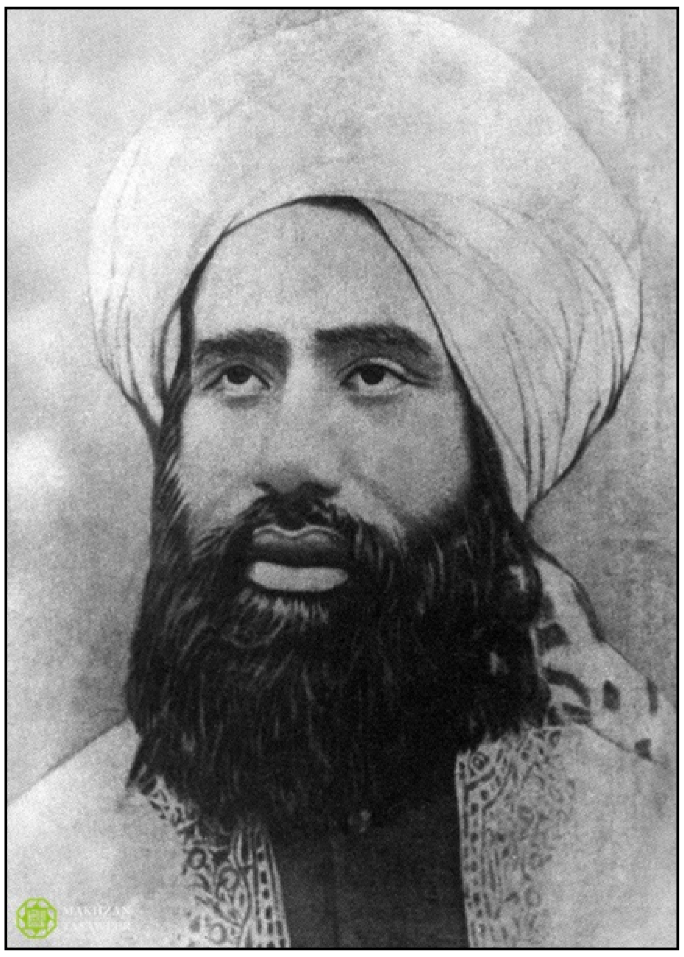

جموں میں ملازمت کا اختتام

اس سال ستمبر کے مہینہ میں راجہ ریاست جموں وکشمیر مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ظالمانہ حکم کی وجہ سے آپؓ کی ملازمت کا اختتام ہوا۔

آپؓ بھیرہ واپس تشریف لائے اور وہاں ایک عالی شان مکان کی تعمیر کا آغاز کروایا۔

1893ء

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی اور پرمعارف لیکچر دیا۔

قادیان کی طرف مستقل ہجرت

اس سال کے شروع میں آپؓ لاہور آئے پھر حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے قادیان گئے۔ حضورؑ کے ارشاد پر قادیان میں ہی ٹھہر گئے اور اپنی بیگمات اور کتب خانہ بھی وہیں منگوالیا۔ اور ہمیشہ کے لئے قادیان کے ہو گئے۔

امرتسر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مولوی محمد حسین بٹالوی سے ہونے والے مباحثہ میں جو جنگ مقدس کی کتابی شکل میں شائع ہوا، آپؓ نے معاونت کی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی شان میں عربی زبان میں ایک قصیدہ اور مضمون رقم فرمایا جو حضورؑ کی کتاب کرامات الصادقین میں شائع ہوا۔

1894ء

جلسہ سالانہ قادیان میں آپؓ نے تقریر کی۔

1895ء

جموں کا سفر اختیار فرمایا۔ مہاراجہ جموں نے دوبارہ آپؓ کو ملازمت کی پیش کش کی مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔

1896ء

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اجازت سے نواب آف بہاولپور صادق محمد صاحب کے علاج کے لئے بہاولپور کا سفر کیا۔

نیز حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف سے ملاقات بھی کی۔

سفر مالیر کوٹلہ

حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کی خواہش پر کہ وہ آپؓ سے قرآن پڑھنا چاہتے ہیں آپؓ نے حضورؑ کی اجازت سے مالیر کوٹلہ کا سفر اختیار فرمایا اور اپریل تا اکتوبر تک وہیں رہے۔

جلسہ مذاہب عالم لاہور

دسمبر کے آخر میں جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا معرکۃ الآراء مضمون اسلامی اصول کی فلاسفی آپؓ کی صدارت میں ہی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے پڑھا۔

1897ء

انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر آپؓ نے لیکچر دیا۔

ڈگلس کی عدالت میں گواہی

پادری مارٹن کلارک کے مقدمہ اقدام قتل میں جو اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کپتان ڈگلس کی عدالت میں دائر کیا تھا آپؓ عدالت میں گواہی کے لئے پیش ہوئے۔

سفر ملتان

اسی سال اکتوبر میں آپؓ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہمراہ ملتان کا سفر کیا۔

سالانہ جلسہ قادیان میں آپؓ نے عظیم الشان تقریر کی۔

1898ء

20 فروری کو الحکم کا اجراء قادیان سے ہوا تو آپؓ اس کے قلمی معاونین میں سے تھے۔

آپؓ کی صاحبزادی حفصہ صاحبہ کی شادی حضرت حکیم مولوی فضل الرحمٰن صاحبؓ سے ہوئی۔

آپؓ کی ایک صاحبزادی امامہ کی وفات ہوئی۔

مالیر کوٹلہ کا سفر کیا۔

1899ء

جنوری کے مہینہ میں آپؓ حضرت اقدسؑ کے ہمراہ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضورؑ پر کیا تھا گورداسپور اور دھاریوال تشریف لے گئے۔

15 فروری 1899ء کو صاحبزادہ عبدالحئی صاحب کی ولادت ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ساتھ آپؓ کا پہلا فوٹو کھینچا گیا۔

وفد نصیبین

نصیبین کی طرف ایک وفد بھجوایا گیا تا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر کے بارے تحقیق کر سکیں۔ اس وفد کے سفری اخراجات آپؓ نے اپنے ذمہ لئے۔

1900ء

آپؓ کی تجویز پر قومی ضرورتوں کے لئے آمد و خرچ کا حساب رکھنے کے لئے رجسٹر کھولے گئے۔

علامہ شبلی نعمانی کے ساتھ خط و کتابت کی اور انہیں دعوت حق دی۔

27دسمبر کی صبح کو جب احباب جلسہ کے لئے جمع تھے مسجد اقصیٰ میں قرآنی حقائق و معارف سے لبریز تقریر فرمائی۔

1901ء ولادت صاحبزادی سیدہ امۃ الحئی صاحبہؓ

یکم اگست کو حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحئی صاحبہؓ کی ولادت ہوئی۔ جو کہ 1914 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حرم میں شامل ہوئیں۔

قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ مکمل کیا مگر اس کا محض ایک پارہ ہی آپؓ کی زندگی میں چھپ سکا۔

1902ء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا نکاح پڑھایا۔

البدر کے اجراء کے بعد اس کی قلمی معاونت کی۔

1903ء آپؓ کے صاحبزادہ عبد القیوم کی ولادت

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مخلص فدائی محمد خان صاب کے علاج کی غرض سے کپورتھلہ تشریف لے گئے۔

اکتوبر میں میاں عبدالرحیم خان صاحب آف مالیر کوٹلہ سخت بیمار ہوئے تو ان کا علاج کیا۔

فونوگراف میں آپؓ کا وعظ ریکارڈ ہوا جس میں آپؓ نے سورۃ العصر کی لطیف تفسیر فرمائی تھی۔

1904ء

حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ لاہور اور سیالکوٹ کا سفر کیا نیز مقدمات کرم دین کے سلسلہ میں کچھ عرصہ گورداسپور میں قیام فرمایا۔

نورالدین کی تصنیف

ایک مرتد آریہ دھرم پال کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں آپؓ نے ایک مفصل کتاب نورالدین تصنیف فرمائی۔

عیسائیت کے رد میں رسالہ ابطال الوہیت مسیح اسی سال شائع ہوا۔

1905ء

زلزلہ کانگڑہ پر ایک لطیف نوٹ شائع کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔

شدید علالت

جون میں آپؓ سخت بیمار ہو گئے اور ضعف اس قدر ہو گیا کہ آپ نے عربی زبان میں وصیت بھی لکھوا دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً آپؓ کی شفایابی کی خبر ملی۔ چنانچہ آپؓ صحت یاب ہو گئے۔

آپؓ کے صاحبزادہ عبدالحئی صاحب نے قرآن کریم کا دور مکمل کیا۔ اس کی تقریب سعید پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ نے ایک دعائیہ نظم بھی لکھی۔

حرم اول کی وفات

آپؓ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بی بی صاحبہؓ کی وفات ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔

دسمبر میں آپؓ کے صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب کی ولادت ہوئی۔

انجمن کارپرداز مصالح قبرستان

دسمبر 1905ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی اور اس مقبرہ کے آمد و خرچ کے لئے انجمن کارپرداز مصالح قبرستان بنائی۔ آپؓ کو اس کے چندوں کا امین مقرر فرمایا۔

1906ء دینیات کا پہلا رسالہ

لڑکوں اور لڑکیوں کو مسائل نماز سے عام فہم الفاظ میں آگاہ کرنے کے لئے جنوری میں دینیات کا پہلا رسالہ شائع فرمایا جو کہ بہت مقبول ہوا۔

صدر انجمن احمدیہ کے پہلے صدر

فروری کے مہینہ میں انجمن کارپرداز مصالح قبرستان اور اور دوسرے شعبوں کو مدغم کر کے صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپؓ کو اس کا صدر مقرر فرمایا۔ اور آپؓ کے بارے فرمایا مولوی صاحب کی ایک رائے انجمن میں سو رائے کے برابر سمجھنی چاہئے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا نکاح

آپؓ نے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا نکاح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی موجودگی میں 27 اکتوبر 1906ء کو پڑھایا۔

مبادی الصرف والنحو کی اشاعت

اس سال کے آخر میں ابتدائی قواعد مبادی الصرف کے نام سے شائع فرمائے اور اگلے سال نحوی قواعد کا اضافہ کر کے اسے مبادی الصرف والنحو کے نام سے شائع فرمایا۔

1907ء

آپؓ کا ترجمہ شدہ پہلا پارہ قرآن اپریل کے مہینہ میں شائع ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے بذریعہ خط اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

شدید علالت

اگست کے مہینہ میں آپؓ شدید بیمار ہو گئے مگر خدا نے معجزانہ شفا سے نوازا۔

صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحبؓ اور میاں عبدالحئی صاحبؓ کا نکاح

30 اگست کو آپؓ نے صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحبؓ کا نکاح حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی صاحبزادی مریم بیگم صاحبہؓ سے اور میاں عبدالحئی صاحب کا نکاح حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی صاحبزادی حامدہ صاحبہؓ سے پڑھا۔

جلسہ آریہ سماج لاہور میں شرکت

دسمبر میں آریہ سماج وچھو والی نے لاہور میں مذاہب کانفرنس منعقد کی اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی مدعو کیا۔ حضورؑ نے ایک مضمون لکھا اور وہ آپؓ نے پڑھا۔

بقیہ صفحہ 13 پر

صباح الدین بٹ۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن سوئٹزرلینڈ

جماعت احمدیہ زیورخ کی تبلیغی سرگرمیاں

مؤرخہ 14/ جولائی 2022ء کی شام محمود مسجد زیورخ میں ایک تبلیغی پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس میں ایک سوئس عیسائی بزرگ، دو روسی یہودی اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے چار عیسائی مبلغین پر مشتمل ایک گروپ سمیت کل سات افراد شامل ہوئے۔ مکرم فہیم احمد خاں صاحب، مربی سلسلہ نے اسلام کی پر امن تعلیمات کے بارے میں ایک پریزنٹیشن دی۔ جس کے بعد مکرم ولید طارق تارنوتسر صاحب نیشنل امیر اور مکرم منیر احمد منور صاحب، مبلغ انچارج نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔

یہ پروگرام سات بجے سے نو بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد نو بجے مہمانوں کو ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

اس تبلیغی پروگرام کا اہتمام جماعت زیورخ ناصر اور مشتاق نے کیا تھا پروگرام سے پہلے اس کی کامیابی کے لئے دونوں جماعتوں نے 1500دعوت نامے فلائرز کی شکل میں تقسیم کئے، سوشل نیٹ ورک فیس بک پر 47282افراد نے اس فلائر کو دیکھا اور مقامی اخبار Züriberg/ Zürich Nord میں اشتہار دیا گیا۔

پروگرام میں معاونت کی توفیق پانے والوں میں مکرم محمد بشیر صاحب (صدر جماعت زیورخ ناصر)، ملک جری اللہ صاحب (سیکرٹری تبلیغ جماعت زیورخ ناصر)، مکرم عطاالحق میکھو لیجپش صاحب (سیکرٹری امورِ خارجہ زیورخ ناصر)، مکرم قدیر احمد خالد صاحب (صدر جماعت زیورخ مشتاق) اور مکرم قاسم احمد خاں صاحب (سیکرٹری تبلیغ و امورِ خارجہ زیورخ مشتاق) شامل ہیں۔

زیورخ میں تبلیغی بل بورڈز کے ذریعہ قریباً 4.5لاکھ افراد تک اسلام کا پُرامن پیغام پہنچا۔

جماعت احمدیہ سوئٹزرلینڈ کو 10عدد تبلیغی بل بورڈز جن پر قرآنی آیات، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقتباسات مع تصویر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پر مشتمل احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی پُر امن تعلیمات درج تھیں کو زیورخ شہر کے اہم مقامات اور شاہراہوں جن میں شہر کا مین ریلوے اسٹیشن، زیورخ کے بین الاقوامی ہوائی اڈے کو جانے والا رستہ اور Oerlikon کا علاقہ شامل ہیں پر مورخہ 18 تا 24/ جولائی 2022ء تک آویزاں کرنے کی توفیق ملی۔ ایک اندازے کے مطابق ان تبلیغی بل بورڈز کے ذریعہ قریباً ساڑھے چار لاکھ افراد تک اسلام کا پُر امن پیغام پہنچا۔

محمود مسجد زیورخ میں تبلیغی پروگرام

رپورٹ: یاسمین پاشا۔ آئیوری کوسٹ

تربیتی کلاس لجنہ و ناصرات 2022ء، آئیوری کوسٹ

لجنہ اماءاللہ کی تاریخ میں 2022 کو ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ لجنہ اماءاللہ کی بابرکت تنظیم کو قائم ہوئے 100 سال ہو گئے، الحمدللہ علی ذلك۔ دنیا بھر کی لجنہ اماء اللہ نے اس سال کو بھرپور طرح سے منانے کے لیے مختلف پروگرامز مرتب دیے ہیں۔ چنانچہ مجلس لجنہ اماء اللہ آئیوری کوسٹ (Côte d'Ivoire) نے بھی اور پروگرامز کے ساتھ کچھ تعلیم و تربیت کے پروگرامز مرتب کیے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے لجنہ اماءاللہ آئیوری کوسٹ گذشتہ کئی سالوں سے چھٹیوں میں تربیتی کلاس منعقد کرتی رہی ہے تاہم کورونا وباء کے باعث دو سالوں سے دنیا بھر کے حالات ہی ایسے تھے کہ نیشنل سطح پر سرگرمیاں تقریبا معطل ہو کر رہ گئیں تھیں۔ اب جونہی وباء کا زور ٹوٹا اور گورنمنٹ کی طرف سے بھی اجازت ہوئی تو اللہ کے فضل سے تمام طالبات بے چینی سے اس کے لئے تیار تھیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں گریڈ 9 سے 13 گریڈ کی طالبات کے ساتھ ایک ہفتہ کا سمر کیمپ بطور تربیتی کلاس کا انعقاد آبی جان شہر میں موجود جماعتی جگہ مہدی آباد میں واقع احمدیہ سکول میں کیا گیا۔ جس میں ملک بھر سے 18 ریجنز سے 94 لجنہ و ناصرات طالبات نے شرکت کی۔ جس میں صدسالہ جوبلی لجنہ سے متعلق ایک نصاب مرتب کیا گیا جو تلاوت قران، حفظ قرآن کریم، حفظ قرانی ادعیہ، نماز لفظی ترجمہ کے ساتھ، قصیدہ مسیح موعود علیہ السلام، شرائط بیعت، دینی معلومات اور کتب مسیح موعود علیہ السلام میں کشتی نوح منتخب کی گئی۔ اور اسی تربیتی کلاس میں اجتماع کی تیاری بھی کرائی گئی۔

تربیتی کلاس میں طالبات کو ٹائم ٹیبل کے مطابق ایک ہفتہ کا وقت بھرپور طریقہ سے فائدہ اٹھایا گیا۔ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماءاللہ نیز خاکسار کے علاوہ تین عاملہ ممبرز نے پڑھانے کی ذمہ داری ادا کی اور صدر صاحبہ کے ساتھ چار لجنہ نے کھانا پکانے اور رہائش پر تمام کام احسن طریق پر انجام دیئے۔ آخر پر 28 جولائی کو تحریری امتحان ہوا۔ پہلی پانچ پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو حوصلہ افزائی کا انعام اور صدسالہ جوبلی کا لوگو والا میڈل بطور سووینیئر (یادگاری تحفہ) بھی دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ لجنہ اماءاللہ کی اس کاوش میں برکت ڈالے اور آئندہ بھی تربیتی امور احسن رنگ میں بجالانے کی توفیق عطا کرے اور اس صد سالہ جوبلی کو حقیقی رنگ میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے منانے کی توفیق عطا کرے نیز مجلس لجنہ اماء اللہ آئیوری کوسٹ کو ترقیات نصیب کرتا جائے۔ آمین

بقیہ: حیاتِ نورالدینؓ...... از صفحہ 12

1908ء

آپؓ کے بیٹے میاں عبدالوہاب کی ولادت 8/ فروری کو ہوئی۔

مجمع الاخوان کا قیام

مارچ 1908ء کے دوسرے ہفتہ میں آپؓ نے یہ اہم دینی تحریک احباب جماعت کے سامنے رکھی۔

13 مارچ 1908ء کے خطبہ جمعہ میں آپؓ نے آیت استخلاف کا ذکر کر کے اس پر روشنی ڈالی۔

24 اپریل 1908ء کو آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس زمانہ کا آخری خطبہ جمعہ قادیان میں ارشاد فرمایا جس میں سورۃ الفلق کی لطیف تشریح فرمائی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات

26 مئی 1908ء کو وہ کٹھن دن بھی آن پہنچا جس میں خدائی منشاء کے تحت اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جدائی کا دن آپؓ کو اور تمام احباب جماعت کو دکھلایا۔

نوٹ: (مضمون ہذا کا مواد تاریخ احمدیت جلدسوم، مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین اور حیات نور سے لیا گیا ہے)

اے خدا بر تربت او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

(جاری ہے)

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

دعا کا تحفہ

حالتِ سجدہ کی دعائیں

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی روایت کے مطابق رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رات کو نماز تہجد کے سجدوں میں یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ سَجَدَ وَجْھِیْ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

(مسلم کتاب صلوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ! تیرے لئے میں نے سجدہ کیا اور تجھ پر میں ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی۔ اے میرے مولیٰ! تو ہی میرا ربّ ہے میرا چہرہ اس ذات کے لئے سجدہ ریز ہے جس نے اسے پیدا کیا اور شکل و صورت بخشی، کان اور آنکھ عطا کئے۔ بڑی برکتوں والا ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مَیں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو موجود نہ پایا تلاش کرتے ہوئے مسجد پہنچی تو آپؐ سجدہ کی حالت میں تھے پاؤں زمین پر سیدھے گڑے ہوئے تھے اور آپؐ یہ دعا کر رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سُخْطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

(مسلم کتاب صلوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور مَیں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں مَیں تیری تعریفوں کا شمار نہیں کرسکتا۔ تو ویسا ہے جیسے تو نے خود اپنی ذات کی تعریف کی ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 63)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فقہی کارنر

قادیان میں دو جمعے اور اس کی وجہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام میں نماز جمعہ دو جگہ ہوتی تھی۔ ایک مسجد مبارک میں جس میں حضرت صاحب خود شریک ہوتے تھے اور امام صلوٰۃ مولوی سید محمد احسن صاحبؓ یا مولوی سیّد سرور شاہ صاحبؓ ہوتے تھے اور دوسرے مسجد اقصیٰ میں جس میں حضرت خلیفہ اوّلؓ امام ہوتے تھے۔ دو جمعوں کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بوجہ طبیعت کی خرابی کے عموماً مسجد اقصیٰ میں تشریف نہیں لے جاسکتے تھے اور مسجد مبارک چونکہ بہت تنگ تھی اس لئے اس میں سارے نمازی سما نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا دو جگہ جمعہ ہوتا تھا۔ واقعہ مندرجہ روایت مذکورہ بالا ان دنوں کا ہے جب کہ مسجد مبارک میں توسیع کے لئے عمارت لگی ہوئی تھی۔ ان ایام میں مسجد مبارک والا جمعہ میرے موجودہ مکان کے جنوبی دالان میں ہوا کرتا تھا۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 588-589)

حضرت مصلح موعودؓ اسی صورتِ حال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعض حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک ہی وقت میں مسجد مبارک میں بھی جمعہ کی نماز پڑھی جاتی تھی اور مسجد اقصیٰ میں بھی اور یہ اس صورت میں ہوتا تھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے مسجد اقصیٰ تشریف نہیں لے جا سکتے تھے۔

(روزنامہ الفضل 18 ستمبر 1930ء صفحہ 5)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

غزل

خوشبو میں نہائے ہوئے خوابوں کی طرح ہے
وہ شخص تروتازہ گلابوں کی طرح ہے
انگور کا پانی ہی ضروری نہیں ساقی
دلبر کی زیارت بھی شرابوں کی طرح ہے
اب چونکہ چنانچہ کی ضرورت نہیں کوئی
وہ سارے سوالوں کے جوابوں کی طرح ہے
پوچھے جو کوئی اہلِ سخن اس کا تعارف
کہنا وہ محبت کے نصابوں کی طرح ہے
دل اس کی محبت میں ہے سرشار مبارکؔ
جس شخص کی محفل بھی ثوابوں کی طرح ہے

مبارک صدیقی۔ لندن

ایک سبق آموز بات

منافق کی علامت

یہ منافق کی علامت ہوتی ہے کہ ایک بحث میں لگ جاتا ہے، بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے مگر جب کام کرنے کا وقت آتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں تو یونہی ہنسی کر رہا تھا۔ اگر ہم بھی صرف باتیں کریں اور پھر کہہ دیں کہ ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے اور گھروں کو چلے جائیں تو ہم اپنے نِسفاق کا فتویٰ اپنے قول سے دینے والے ہوں گے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 5)

مرسلہ: امۃ الحیٔ

طلوع وغروب آفتاب

27/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:55	18:12
مدینہ منورہ	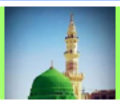	04:54	18:13
قادیان		04:58	18:19
ربوہ		04:38	17:59
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:27	18:51